

کتاب الایمان

مؤلفه
 حضرت مولانا شیخ الحداد صاحب
 ترجمه
 مولانا محمد سعید صاحب

پیشانی
 مکتبہ اشاعت کتب دینی

صُفِّ مَطَهَّرَةٌ فِيهَا كُتِبَ قِيَمَةُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
آخر آمد ز پس پرده تقدیر پدید

یعنی

— (اُرْدُو ترجمہ) —

مکتوبات امام ربانی

حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرہ

کفتر اول ————— حصہ اول

— (تصحیح و حواشی و ترجمہ) —

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی

خطیب و امام مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

— (ناشر) —

مدینہ سلیٹنگ کمپنی بسند روڈ کراچی

(جملہ حقوق ترجمہ بحق ناشر محفوظ ہیں)

طبع اول ————— آئسٹ ایڈیشن ————— ۱۹۷۰ء

طابع و ناشر: ————— مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی

مطبع: ————— مشہور آؤسٹ پریس کراچی

کاتب: ————— محی الدین خوشنویس گوجرانوالہ

تعداد: ————— دو ہزار (۲۰۰۰)

قیمت: ————— حصہ اول: درم ۱۰۰ —————
بجلد معہ پلاسٹک کور

جلد کا پتہ

مدینہ پبلشنگ کمپنی - بندر روڈ کراچی (پاکستان)

فہرست کتاب مستطاب مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ حق اول از مرقہ اول

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۵	دوسرے دوستوں کے احوال -	۲۱	مقدمہ
۱۲۵	مکتوب نمبر (۲۱)	۲۲	خطبہ کتاب مستطاب
	اپنے پیر بزرگوار ہی کی طرف ترقیات کے حصول کے بیان میں -	۲۳	مکتوب نمبر (۱)
۱۲۶	استخارہ کا حکم -		اپنے پیر بزرگوار کی طرف - ان حالات کے بیان میں جو اسم الظاہر سے مناسبت رکھتے ہیں -
۱۲۶	عنایات خدا تعالیٰ -		تمام شیاء کے اندر تجلی اسم الظاہر میں حق کا ظہور خصوصاً عورتوں کے لباس میں بلکہ ان کے اجزاء میں -
	عالم محو کی ابتداء اور بقا ربیع الآخر کے اثر سے ہے -	۲۳	پر تکلف اور لذت کھانے میں حسن لطافت کا مشاہدہ -
	حضرت شیخ محی الدین قدس سرہ کی تجلی ذاتی کی ابتداء -	۲۳	باطن کا ان تجلیات کی طرف متوجہ نہ ہونا -
۱۲۶	عجیب و غریب علوم اور عروج و نزول -	۲۴	اس تجلی کا نسبت تنزیہی کے مخالف نہ ہونا -
۱۲۶	جس قدر بقا اکمل ہوگی صحو نہ زیادہ ہوگا -	۲۴	ان تجلیات کا رد پرورش ہو جانا -
	کمال صحو انبیاء کرام کا حصہ ہے - اور ان کے معارف شرافع اور عقائد کلمات ہیں -	۲۴	ایک خاص فنا کا رونما ہونا اور آثار اسلام کا نمودار اور شرک غفلتی کے نشانات کا مٹنا -
۱۲۶	حضرت مجدد صاحب قدس سرہ کے معارف شریف کی تفصیل ہے -	۲۴	محمد ذی نبی عرش غفرم کے اوپر عروج -
۱۲۶	مکتوب نمبر (۲۲)	۲۴	مرتبہ اول -
	اپنے پیر بزرگوار ہی کی طرف دوستوں کے مقام خاص میں محبوبوں اور بندہ ہو جانے کے بیان میں -	۲۴	مرتبہ دوم -
۱۲۶	حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے توحیدوں میں سے ایک شخص کے حال کے بیان میں -		مشائخ دائرہ اہل بیت اور حضور علیہ السلام کے مقام خاص اور دیگر انبیاء کرام و ملائکہ و مقام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات کا مشاہدہ -
۱۲۶	میر سید شاہ حسین نے اپنی مشغولیت میں یوں دیکھا الخ -		عرش سے اوپر عروج کی مقدار کا بیان اور مشائخ اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات کا بیان -
۱۲۶	مکتوب نمبر (۲۳)	۲۵	میں جب چاہتا ہوں عروج واقع ہو جاتا ہے
	اپنے پیر بزرگوار ہی کی طرف ماہ غفرم العتدر	۲۵	قوت نامہ علی کا حال -

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۰	خواجہ برہان نے اس عرصہ میں خوب کام کیا ہے اور تیسری سیر سے حصہ پایا ہے۔	۴۷	رمضان المبارک اور حقیقت محمدی کے بیان میں۔
۵۰	مکتوب نمبر (۶)	۴۸	اس ماہ مبارک کی قرآن مجید کے ساتھ خاص
	نیز اپنے سیر بزرگوار کی طرف جذبہ اور سلوک کے حصول اور جمال و جمال دونوں صفاتوں کے ساتھ تربیت پانے اور فنا و بقا اور نسبت نقشبندیہ کی فوقیت کے بیان میں۔	۴۸	تناسب ہے اور قابلیت الہی قرآن کا نفل ہے۔
۵۰	جذبہ اور سلوک اور جمال و جمال کے ساتھ تربیت پانا اور دونوں کا ایک دوسرے کے عین ہونے کا بیان۔	۴۸	رمضان شریف میں نزول قرآن کا سبب۔
۸۰	محبت ذاتی فنا کی علامت ہے۔	۴۸	اس ماہ مبارک کے تمام خیرات و برکات کے جامع ہونے کی وجہ۔
۵۱	فنا کے وجود کے وقت کا بیان۔	۴۸	جس کسی کو بھی جو خیر و برکت پہنچتی ہے وہ اس
	اس کے باوجود اگر علم ہو تو وہ بھی اپنے میں ہے اور اگر شعور ہے تو وہ بھی اپنے میں۔	۴۸	ماہ مبارک کی برکات کے دیا کا ایک قطرہ ہے۔
۵۱	حضرت خواجہ بزرگ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ	۴۸	اس ماہ میں جمیعت کا حصول تمام سال جمیعت کے حصول کا ذریعہ ہے اور اس ماہ میں تقریباً سارے
۵۱	جب تک ان تین میں سے کسی ایک سے بھی باہر ہے فنا سے حصہ نہیں پاسکتا۔	۴۸	سال کے تقریباً نصف کا باعث ہے۔
	اگرچہ اس سلسلہ کے اکابر سے بہت حدیثوں کے بعد انھو	۴۸	اس میں ختم قرآن کی سنت کی وجہ۔
۵۱	یہ حضرت خواجہ عبدالغنی فخرانی کی نسبت ہے۔ اس کو مکمل اور تمام کرنے والے حضرت خواجہ	۴۸	اس ماہ میں افکار میں تعمیل اور بھری میں تاخیر کی وجہ۔
۵۲	بیاد الدین قدس سرہ ہیں۔	۴۸	قابلیت اولی کا بیان۔
	عجب معاملہ ہے پہلے ہر بلو و مصیبت جو واقع ہوتی تھی سرور و فرحت کا باعث تھی۔ مگر اب جبکہ عالم اسباب کی طرف نیچے لا مے ہیں انھو۔	۴۸	محمدی الشرب جماعت کے حقائق۔
۵۲	اسی طرح اگر دعا کرتا تھا تو اس سے مقصود رفع بلا نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اب دعا سے مقصود بلا اور مصائب کا رفع کرنا ہے۔	۴۸	قابلیت محمدی کی بزرگویت۔
		۴۹	اس طرح کے علوم جن کا منشا اصالت کی اور
		۴۹	تخلیق کی جامعیت ہے بہت وارد ہوتے ہیں۔
		۴۹	قبطیت کا مقام مقام تخلیق کے دقیق علوم کا منشا ہے۔ اور فریادیت کا مرتبہ دائرہ اصل کے
		۴۹	معارف کے درو کا واسطہ ہے۔
		۴۹	وہ سال جس کے مکھنے کا حکم ہوا تھا اس کے
		۴۹	مکھنے کی توفیق نہ مل سکی۔
		۴۹	مکتوب نمبر (۵)
		۴۹	اپنے سیر بزرگوار ہی کی طرف خواجہ برہان کی
		۴۹	سفارش کے سلسلہ میں۔
		۵۰	ایک رسالہ سلسلہ انوار نظر پر انھو۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۵	استقامت مع الفضل کا منکشف ہونا۔	۵۲	انبیاء و کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وعاکس
۵۵	اس مقام میں اپنے آپ کو حضرت خواجہ نقشبند	۵۲	قبیلہ میں سے ہے۔
۵۵	قدس سرہ کے قدم پر پانا ہے۔	۵۲	مکتوب نمبر (۷)
۵۶	کام علاج معاشرے سے گزر چکا ہے۔ اب اس	۵۲	اپنے پیر بزرگوار کی طرف اپنے بعض احوال
۵۶	کی بزرگی ہی مجاب ہے۔	۵۲	غریب کے بیان میں اپنے کچھ استفسارات کے ساتھ
۵۶	علمائے کے عقائد کی درستگی کی صورت یہ پائنت	۵۲	جو مقام دھندہ اعزنی سے دور تھا اپنی روح کو
۵۶	و مجاہدات پر فضیلت۔	۵۲	معرض کے طور پر اس مقام میں پایا۔
۵۶	علماء اور طلبہ العلوم کے ساتھ محبت کا اظہار	۵۳	اس مقام میں یوں متخیل ہوا کہ یہ سارا جہان اپنے
۵۶	اور ترویج توحید کے مطالب کی چاہت۔	۵۳	مختصر یہ کہ جو حالت پہلے کبھی کبھی نصیب ہوتی
۵۶	حق سبحانہ و تعالیٰ کو جان کا نہ مین جانتا ہے۔	۵۳	حق اب ہر وقت حاصل ہے
۵۶	اور نہ اس سے متصل اور نہ منفصل۔	۵۳	اس کے بعد ایک بلند محل تھا۔
۵۶	مخلوق کی ذوات اور ان کے افعال و صفات کو	۵۳	تختہ الوضو کی نماز ادا کرنا۔
۵۶	حق تعالیٰ کا مخلوق جانتا ہے۔	۵۳	ایک نہایت ہی بلند مقام ظاہر ہوا چار اکابر
۵۶	ہند کے کی قدرت کس معنی سے ہے۔	۵۳	نقشبند کو اس مقام میں دیکھا۔
۵۶	قضا و قدر کے مسئلے کو علم کے طور پر جاننا۔	۵۳	اپنے آپ کو اول اس مقام سے دور پایا پھر
۵۶	قابلیت اور استعداد کو کچھ دخل نہیں دیتا کہ	۵۳	آخر کو اس کے مناسب پایا۔
۵۶	یہ ایمان تک بے جاتی ہے۔	۵۳	اس مقام تک پہنچنا اس واقعہ کے نتائج سے
۵۶	مکتوب نمبر (۹)	۵۳	ہے کہ حضرت امیر کو دیکھا تھا۔
۵۶	اپنے پیر بزرگوار کی طرف ان حالات کے بیان	۵۳	پھوس طرح ظاہر ہوا کہ بڑے اخلاق پر گھڑی
۵۶	میں جو نیچے آنے کے مقام سے مناسبت رکھتے ہیں۔	۵۳	الگ ہوا ہے ہیں۔
۵۶	اپنی ذلت، کوتاہی اور انکساری کے دیکھنے	۵۳	دوسری عرض۔
۵۶	کے بیان میں۔ اور اعمال میں کوتاہ ہونے کے	۵۳	تیسری عرض۔
۵۶	بیان میں۔	۵۳	چوتھی عرض۔
۵۸	شرخیر کا آئینہ ہے۔	۵۳	پانچویں عرض۔
۵۸	عجیب کاروبار ہے اس لذت نے مرغ کے	۵۳	مکتوب نمبر (۸)
۵۸	معنی پیدا کر دیے۔	۵۳	نیز اپنے پیر بزرگوار کی طرف ان حالات کے
۵۸	مقام عبودیت تمام مقامات سے اوپر ہے۔	۵۳	بیان میں جو صوبہ اور بقاع سے تعلق رکھتے ہیں۔
۵۸	ہندگی سے لذت گیر ہونا محبوبوں کا خاص ہے۔	۵۵	وحشت الوجود اور اس کے تواب سے مشرف کرنا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۹	محبوب کو مشاہدہ محبوب سے انس ہوتا ہے۔	۵۹	محبوب کو مشاہدہ محبوب سے انس ہوتا ہے۔
۵۹	میدان محبوبیت اور بندگی کے شہسوار ہوا	۵۹	میدان محبوبیت اور بندگی کے شہسوار ہوا
۵۹	دین دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔	۵۹	دین دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔
۵۹	کمال شرف نقص سے مراد اس کا علم ذاتی	۵۹	کمال شرف نقص سے مراد اس کا علم ذاتی
۵۹	ہے الخ۔	۵۹	ہے الخ۔
۵۹	جب تک اس طرح اپنے آپ کو زمین پر نہ	۵۹	جب تک اس طرح اپنے آپ کو زمین پر نہ
۵۹	نہ ڈالے اپنے مولا کے کمالات سے بے نصیب	۵۹	نہ ڈالے اپنے مولا کے کمالات سے بے نصیب
۵۹	رہتا ہے۔	۵۹	رہتا ہے۔
۵۹	ہر جذبہ میں محبوبیت کے کچھ معنی پائے جاتے	۵۹	ہر جذبہ میں محبوبیت کے کچھ معنی پائے جاتے
۵۹	ہیں۔ یہ بات نہیں کہ ہر شخص جس کا جذبہ سلوک پر	۵۹	ہیں۔ یہ بات نہیں کہ ہر شخص جس کا جذبہ سلوک پر
۵۹	مقدم ہے وہ ضرور محبوبوں میں سے ہے۔	۵۹	مقدم ہے وہ ضرور محبوبوں میں سے ہے۔
۶۰	مکتوب نمبر (۱۰)	۶۰	مکتوب نمبر (۱۰)
۶۰	اپنے پیر بزرگوار کی طرف۔ قرب و بند کے	۶۰	اپنے پیر بزرگوار کی طرف۔ قرب و بند کے
۶۰	حصول کے بیان میں اور فرق و وصل کے غیر	۶۰	حصول کے بیان میں اور فرق و وصل کے غیر
۶۰	مشہور معنی۔	۶۰	مشہور معنی۔
۶۰	نہایت بند کا نام قرب رکھا جاتا ہے۔	۶۰	نہایت بند کا نام قرب رکھا جاتا ہے۔
۶۰	مولا کو بھی مرید بننا پڑتا ہے۔	۶۰	مولا کو بھی مرید بننا پڑتا ہے۔
۶۰	وہ دین و دنیا کے سردار مرادیت کے باوجود	۶۰	وہ دین و دنیا کے سردار مرادیت کے باوجود
۶۰	مریدین میں سے تھے۔	۶۰	مریدین میں سے تھے۔
۶۱	مکتوب نمبر (۱۱)	۶۱	مکتوب نمبر (۱۱)
۶۱	اپنے پیر بزرگوار کی طرف بعض کشتوں اور اپنے	۶۱	اپنے پیر بزرگوار کی طرف بعض کشتوں اور اپنے
۶۱	اعمال کو کم دیکھنے اور اعمال و اقوال میں اپنے آپ کو	۶۱	اعمال کو کم دیکھنے اور اعمال و اقوال میں اپنے آپ کو
۶۱	میب ناک بانسنے کے بیان میں	۶۱	میب ناک بانسنے کے بیان میں
۶۱	بے مناسبتی دو قسم پر ہے۔ ایک تو طریقوں	۶۱	بے مناسبتی دو قسم پر ہے۔ ایک تو طریقوں
۶۱	میں سے کسی طریقے کے ظاہر نہ ہونے کے باعث	۶۱	میں سے کسی طریقے کے ظاہر نہ ہونے کے باعث
۶۱	جوتی ہے۔ اور دوسری مطلق بے مناسبتی ہے۔	۶۱	جوتی ہے۔ اور دوسری مطلق بے مناسبتی ہے۔
۶۱	وہ راستے جو اس مقام تک پہنچاتے ہیں وہیں	۶۱	وہ راستے جو اس مقام تک پہنچاتے ہیں وہیں
۶۱	ایک اپنی کوتاہیوں کو دیکھتا اور دوسرا شیخ کی	۶۱	ایک اپنی کوتاہیوں کو دیکھتا اور دوسرا شیخ کی
۶۲	صحبت۔	۶۲	صحبت۔
۶۲	پیر بزرگوار کی عنایت کے فیض بقدر استعداد	۶۲	پیر بزرگوار کی عنایت کے فیض بقدر استعداد
۶۲	طریق اول کا حصول۔	۶۲	طریق اول کا حصول۔
۶۲	کوئی بھی نیک عمل وقوع پذیر نہیں ہو سکتا	۶۲	کوئی بھی نیک عمل وقوع پذیر نہیں ہو سکتا
۶۲	جب تک بندہ اس میں اپنے آپ کو متہم اور کوتاہ	۶۲	جب تک بندہ اس میں اپنے آپ کو متہم اور کوتاہ
۶۲	تصور نہ کرے۔	۶۲	تصور نہ کرے۔
۶۲	جو کچھ بھی جہان میں ہے حتیٰ کہ کافر و فرنگ	۶۲	جو کچھ بھی جہان میں ہے حتیٰ کہ کافر و فرنگ
۶۲	محض ندیق بندہ اپنے آپ سے اسے کئی طریقے	۶۲	محض ندیق بندہ اپنے آپ سے اسے کئی طریقے
۶۲	بہتر جانتا ہے۔	۶۲	بہتر جانتا ہے۔
۶۳	خواجہ احمد علی گنگو کی مراد کا بیان۔	۶۳	خواجہ احمد علی گنگو کی مراد کا بیان۔
۶۳	ان مقامات کا تہذیب جو ایک دوسرے سے	۶۳	ان مقامات کا تہذیب جو ایک دوسرے سے
۶۳	اوپر ہیں۔	۶۳	اوپر ہیں۔
۶۳	حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کے مقام	۶۳	حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کے مقام
۶۳	کا مشاہدہ۔	۶۳	کا مشاہدہ۔
۶۳	حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے مقام کا	۶۳	حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے مقام کا
۶۳	مشاہدہ۔	۶۳	مشاہدہ۔
۶۳	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام	۶۳	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام
۶۳	کا مشاہدہ۔	۶۳	کا مشاہدہ۔
۶۳	حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کا ہر مقام	۶۳	حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کا ہر مقام
۶۳	میں ہمراہ ہونا۔	۶۳	میں ہمراہ ہونا۔
۶۳	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام	۶۳	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام
۶۳	سے اوپر کوئی مقام معلوم نہیں جوتا سوائے	۶۳	سے اوپر کوئی مقام معلوم نہیں جوتا سوائے
۶۳	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کے۔	۶۳	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کے۔
۶۳	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام	۶۳	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام
۶۳	کے بالمقابل ایک عجیب نورانی مقام تھا کہ ہرگز	۶۳	کے بالمقابل ایک عجیب نورانی مقام تھا کہ ہرگز
۶۳	اس طرح کا مقام دیکھنے میں نہیں آیا۔ اپنے آپ	۶۳	اس طرح کا مقام دیکھنے میں نہیں آیا۔ اپنے آپ
۶۳	کو بھی اس مقام کے عکس کے طور پر نگاہیں اور	۶۳	کو بھی اس مقام کے عکس کے طور پر نگاہیں اور
۶۳	نہ نقش پایا۔	۶۳	نہ نقش پایا۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام میں ہونا۔	۶۲	حضرت سے سادہ ایک نظر اور اس کی تفہیل اصل صفات کا بظرف ہونا۔ اور وحدت کا غلبہ اور کان اللہ ولیمین معہ شی کا حال کے مطابق ہونا۔
۶۷	مولانا قاسم علی اور دوسرے دوستوں کو تفہیل کے مقام سے حصہ ہے۔	۶۳	شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کے اس قول کی تشریح کہ عین باقی نہیں رہتا اثر کہاں باقی رہے۔
۶۷	مکتوب نمبر ۱۲	۶۴	اس بات کے راز کا انکشاف اور اس کا دوام۔
۶۸	اپنے پیر بزرگوار کی طرف فنا اور بقا کے حصول۔ اور وجہ خاص کے ظہور کے حصول۔ اور سیر فی اللہ اور تجلی ذاتی برقی وغیرہ کی حقیقت کے بیان میں۔	۶۴	دوسری عرض کر کوئی کتاب دیکھنے کو دل نہیں پاتا سوائے اکابر کے اقدام کے کر کے۔
۶۸	ان علوم کا انکشاف مقام فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے تعلق رکھتے ہیں	۶۵	رفع امراض کے لیے توجہ کے اثر کا ظہور۔ اور برزخ میں بعض مُردوں کے حالات دریافت کرنا۔
۶۸	ہر شے کی وجہ خاص کا ظہور اور سیر فی اللہ کا معنی۔ اور تجلی ذاتی برقی کی حقیقت اور پیر محمدی الشرب کون ہوتا ہے۔	۶۵	آپ کی اور آپ کے متعلقین کی طبائع عالیہ کا بعض لوگوں کی طرف سے نکالینچ پھپھانے کے باوجود دیکھ رہا ہونا۔
۶۸	ہر مقام کے لوازمات اور ضروریات کا ظہور اور اولیاء اللہ کے معلومات و مشاہدات پر اطلاوع۔	۶۵	بعض دوستوں کے حالات پیر بزرگوار کی خدمت میں عرض کرنا۔
۶۸	اشیاء کی ذوات اور ان کی قابلیت کو خدا تعالیٰ کی مخلوق جاننا۔	۶۶	شیخ نور کے حالات کا بیان۔
۶۸	وہ سبحانہ و تعالیٰ استقلال اور قابلیت کے تابع نہیں ہے۔	۶۶	ستید شاہ حسین کے حالات کا بیان۔
۶۸	مکتوب نمبر ۱۳	۶۶	میاں جعفر کے حالات کا بیان۔
۶۸	اپنے پیر بزرگوار کو دکھا۔ اس راہ کی بنیاد علوم حقیقت کی علوم شریعت کے ساتھ مطابقت کے بیان میں۔	۶۶	میاں شیخ، شیخ عیسیٰ، شیخ کمال اور شیخ ناگوری کے حال کا بیان۔
۶۸	مشائخ کے اس قول کے بیان میں کہ	۶۶	خواجہ ضیاء الدین کے حال کا بیان۔
		۶۶	مولانا شہر محمد کے ارکے کا ذکر۔
		۶۷	ایک خاص کیفیت کے ظہور اور فنا کے ارادہ کا بیان۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۱	صفات کلید و جریہ کا نظر آنا۔	۶۹	سیرانی اشد پچاس ہزار سال رہا ہے۔ اور اشیاء میں سیر کے واقع ہونے۔ اور طالب ارشاد لوگوں کے غلو کرنے اور ان کے کام میں شروع ہونے کے بیان میں۔
۷۱	اپنے نقین کا پرانے کپڑے کے رنگ میں نظر آنا	۶۹	جمہ از دست کا پتہ بقولہ جمہ از دست سے بھاری جانا۔
۷۲	ایک واقعہ کی تعبیر۔	۶۹	تمام کشفیات کا ظاہر شریعت کے مطابق ہونا۔
۷۲	جو چیز دانا حاصل ہے وہ حیرت و اجنبیت ہے۔	۶۹	صوفیہ کے بعض کثوف کا خلاف شرع ہونا یا سوئی بنا پر ہے یا سکر کے باعث اور یہ دونوں درمیان راہ کی باتیں ہیں۔ اتنا راہ کی نہیں۔
۷۲	بعض وقائع کی تعبیر سے عاجز رہنا۔	۶۹	ملا و اور صوفیہ کے درمیان فرق کا بیان۔
۷۲	اس طریقہ طبع سے شیخ طہ فز زید شیخ جلالہ نیازی کا جو شاہیر شائع سر ہند میں سے ہیں۔	۷۰	مکتوبات نمبر ۱۴
۷۲	اظہار جذبہ عنایت بعض دوستوں کا بطریق رابطہ راہ فقر میں جانا۔	۷۰	اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔ ان واقعات کے حصول کے بیان میں جو دوران راہ پیش آئے۔ اور بعض مسترشدین کے حالات کے بیان میں۔
۷۲	آقا سہم، ملا محمد و محمد و عبدالرحمن بخش فز اور ملا عبدالرحمن کا نقطہ فوق تک پہنچنا۔	۷۰	مرتبہ و خوب کا ظہور بد صورت سیاہ رنگ عورت کی صورت میں۔ اور مرتبہ احدیت کا ظہور دراز قامت مرد کی صورت میں۔
۷۲	ملا عبدالباری نے اس میں استغراق پیدا کر لیا ہے۔ اور وہ مطلق منزہ ذات کو اشیاء میں صفت تشریحی سے دیکھتا ہے۔	۷۰	صوت کی آواز کا پیدا ہونا۔ اور نظر میں سیاہ محسوس ہوا کہ گریا میں ایک ایسا شخص ہوں جو دریائے محیط کے کنارے کھڑا ہو۔ اس راہ سے کہ اپنے کپ کو اس میں گرادے۔
۷۳	پیر و سنگی کی دلت ہے جو طابوں تک پہنچتی ہے۔	۷۱	ایک خاص کیفیت کا ظاہر ہونا اس میں ذوق سے یوں محسوس کرنا کہ دل کو غیر حقی کی حاجت نہیں رہی۔
۷۳	اس کیفیت کا اس فیض رسانی میں کچھ حصہ نہیں حضرت پیر دستگیر کے حضرت مجدد صاحب میں یعنی محبوبیت ثابت کرنے۔ بیان میں۔	۷۱	اس وقت زمرش رہا اور زفرش
۷۳	مکتوب نمبر ۱۵		
۷۳	یہ خط بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔ ان احوال کے بیان میں جو ہبوط و نزول کے مقامات سے متعلق رکھتے ہیں۔ نیز بعض پوشیدہ اسرار کا بیان۔		
۷۳	مدت تک اسے تلاش کرتا رہا لیکن اپنے آپ کو ہی پاتا رہا۔ بعد کو اس کا کام اس جگہ پہنچا کہ اگر اپنے آپ کو پایا تو بھی اسے ہی پایا۔		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۷	افراد کے حمایتِ عروج کا بیان۔	۷۷	عین بقائیں خالی ہے۔ اور عین فنا میں باقی۔
۷۷	اہل اللہ کے بارے میں بدگمانی رکھنے سے ضرر	۷۷	لیکن الخ
۷۷	ونقصان کا احتمال غالب ہے۔	۷۷	روح و نفس دونوں جہتوں کی جاہلیت کے
۷۷	غیرت خداوندی سے ٹوڑنا چاہیے۔	۷۷	بیان میں۔
۷۷	فرق و جمع کا معنی۔	۷۷	اوپر سے فائدہ حاصل کرنا اور نیچے والوں کو
۷۷	فرق و جمع کے معنی میں اہل سرگودھا کی قرار دینا	۷۷	فائدہ پہنچانا۔ اس برزخیت کے واسطے سے عطا کیا
۷۷	مکتوب نمبر ۱۷	۷۷	گیا ہے۔
۷۷	یہ خط بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔ بعض	۷۷	بائیں ہاتھ سے مراد کے بیان میں۔
۷۷	ایسے احوال کے بیان میں جو عروج و نزول کے	۷۷	مقابلہ طلب تک پہنچنا سلوک سے وابستہ ہے
۷۷	تعلق رکھتے ہیں۔	۷۷	کسی شخص کے ساتھ مقام کے تعلق کے معنی
۷۷	مکتوب نمبر ۱۸	۷۷	ایک کے جوئے عزیز کے حال کا بیان۔
۷۷	یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا	۷۷	مقامات جذبہ و سلوک کے درمیان منافات
۷۷	اس انگلیں کے بیان میں جو تکوین کے بعد حاصل	۷۷	اور عدم منافات کا بیان۔
۷۷	ہوتی ہے۔	۷۷	مکتوبات نمبر ۱۹
۷۷	جب حق سبحانہ و تعالیٰ نے برکتِ نبوت	۷۷	یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔ عروج و
۷۷	علیہ احوال کی رقیبت سے آزادی عطا کی۔ توحید	۷۷	نزول وغیرہ کے حالات کے بیان میں۔
۷۷	دیرپائی کے سوا کچھ ہاتھ میں نہ رہا۔	۷۷	اس رسالہ کے بیان میں جو بعض دوستوں کی
۷۷	حق الیقین سے مشرف کرنا۔ اور علم و عین کا	۷۷	فراکش سے میسر آیا۔ اور حضرت خاتمیت کی حالت
۷۷	ایک دوسرے کے لیے حجاب و پردہ نہ ہونا۔	۷۷	علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام و التعمیر کی بارگاہ میں
۷۷	ولایت، شہادت اور صدیقیت کے	۷۷	اس کی مقبولیت۔
۷۷	مقامات میں فرق۔	۷۷	جلس میں دو گوں کا شمشیر سیر کی طرح نظر آنا۔
۷۷	اس امر کی تحقیق کہ صدیقیت اور نبوت	۷۷	مدارجِ قرب میں عروج اور شاخِ کرام کی روفاہیت
۷۷	کے درمیان ایک مقام ہے جس کو قربت کہتے ہیں	۷۷	اور عنایات خداوندی کے طفیل تمام شاخ کے
۷۷	یہ مقام برزخیت کی لیاقت رکھتا ہے یا نہیں	۷۷	مقامات پر سے گزرا نا۔ اور وجہ ولایت کا حکم
۷۷	مقام قربت کی بنیادی اور اس مقام میں موجود	۷۷	اور مقام قلب تک نزول۔
۷۷	کاذبات پر زائد ہونا۔	۷۷	مراد ہونے کے باوجود اس قدر زیادہ منزل
۷۷	مقام صدیقیت مقام بقائیں ہے۔	۷۷	طے کرنا ہوتی ہیں کہ مرید باری عمر میں بھی معلوم نہیں
۷۷	سلوک سے کیا مقصود ہے۔	۷۷	کر طے کر سکیں۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۶	بندی اور ان کے دوام حضور کے بیان میں۔ قنا اور موت کے بغیر موت جسمانی سے قبل ہے۔ جناب قدس جل و علائکہ سائی میسر نہیں آسکتی اور نہ باطل الہوں سے نجات مل سکتی ہے۔ اور نہ حقیقت اسلام اور کمال ایمان نصیب ہو سکتا ہے۔ اور یہ خواہ ولایت میں قدم اول ہے۔	۸۱	مشکوٰۃ نفا و قدر پر آگاہ ہونا۔ اور اصول شریعت کے ساتھ اس کی عدم مخالفت علوم و معارف کا پارشن کی طرح برسانا اور اخلاصہ علوم کے مقصد کا بیان۔
۸۶	ولایت کے کئی درجے ہیں۔ اور ہر نبی کے قدم پر ایک مخصوص ولایت ہے۔ اعلیٰ ترین ولایت وہ ہے جو ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم پر ہے۔ بلا اعتبار شے و غیر تجلی ذات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور تمام حجابات کا اٹھنا اور وصل عریان اور وجہ تحقیقی میاں متحقق ہے اور اس نادر الوجود مقام سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل پیروی والوں کو حصہ وافر حاصل ہے۔ یہ تجلی ذاتی اکثر مشائخ کے نزدیک برقی ہے الخ	۸۲	اللہ تعالیٰ کے قول میں کشد شی و ہوا یسین البصیر کا معنی۔
۸۶	مشائخ نقشبندیہ کے نزدیک تجلی ذاتی کا دائم حضور ان بزرگوں کے نزدیک ابتداء و اتماء میں درج ہے۔ اس معاملہ میں ان بزرگوں کی اقتداء و صحابہ کرام سے ہے۔ جس طرح ولایت محمدی تمام انبیاء و کرام کی ولایتوں سے فوقیت رکھتی ہے۔ اسی طرح ان اکابر کی ولایت تمام اولیاء کی ولایتوں سے خالق اور اعلیٰ ہے۔ دوسرے سلسلے والوں کے بعض اکابر کو	۸۲	ذوات مخلوقات کا جماد ہونا۔
		۸۳	مخلوقات کی صفات کا جماد ہونا۔
		۸۳	مخلوقات کے افعال کا جماد ہونا۔
		۸۳	بندوں کے اعمال پر ثواب و عقاب کے مسئلے پر ایک سوال اور اس کا جواب۔
		۸۳	گفتگو کے دوازہ جہانے پر اپنے پیرو مرشد سے غلط فہمی۔
		۸۵	میاں شاہ حسین کے حال کا بیان۔
		۸۵	حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے اور شیخ نور اور اپنے ایک دشمن جوان کا حال۔
		۸۵	مکتوب نمبر ۱۹
		۸۵	یہ مکتوب بھی اپنے پیرو مرشد کو لکھا۔
		۸۵	بعض صاحب حاجت لوگوں کی سفارش کے سلسلہ میں۔
		۸۶	مکتوب نمبر ۲۰
		۸۶	یہ مکتوب بھی بعض صاحب حاجت لوگوں کی سفارش کے سلسلہ میں اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں لکھا۔
		۸۶	مکتوب نمبر ۲۱
		۸۶	شیخ محمد علی کی طرف۔ درجات ولایت خصوصاً ولایت محمدی اور نسبت نقشبندیہ کی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹۰	اس بات کا بیان کہ نفس مجمل ہے۔ اور حواس وغیرہ اس کی تفصیل ہیں۔	۸۸	یہ ولایت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن ولایت صافیہ سے انفرادی کے۔
۹۱	جاننا چاہیے کہ مستغفرین ارباب سرے ہیں الخ	۸۸	اس طریقہ علیہ کے بعض کمالات کے اظہار کی غرض و غایت۔
۹۱	مکتوب نمبر ۲۳	۸۸	مکتوب نمبر ۲۴
۹۱	خان خاناں کی طرف۔	۸۸	شیخ عبدالحمید کی طرف۔
۹۱	شیخ ناقص سے اخذ طریقہ سے منع کرنے کے بیان میں۔		روح اور نفس کے تعلق اور مزاج و نزول اور فنا و بقا روح و جسدی اور مقام و موت کے بیان میں اور خانی اور مخلوق کی طرف لوٹانے لگے۔
۹۲	خداوند تعالیٰ حال سے غالی قائل اور عمل سے غالی علم سے نجات عطا کرے۔	۸۸	اولیاء کرام کے درمیان فرق اور خدا تعالیٰ کے نور کو ظلمت اور لامکانی کو مکانی کے ساتھ جمع کرنے کا بیان۔ اور ان دونوں کے درمیان دوستی کا پیدا کرنا اور اس کا نتیجہ۔
۹۲	اے برادر دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔	۸۹	اس نور کا اپنے مقام اصل کو بھول جانا اور اس کا نتیجہ۔
۹۳	جاننا چاہیے کہ بیچ کا ضائع کرنا دو طرح ہے الخ	۸۹	اس نور کا اپنے مقام اصل کی طرف رجوع کرنا اور اس کا ثمرہ۔ اور ظلمت کا اس نور کے تابع ہونا۔
۹۳	تو شیخ کامل اس طالب کی تربیت کرنے کے وقت الخ	۸۹	اس نور کا مطلوب حقیقی میں مستغرق ہونے کے بعد اپنے ظلمانی تعلق کو بھول جانا۔
۹۳	صحبت کامل کبریٰ تاحر ہے۔ اس کی نظر دو اور اس کا کلمہ شفا ہے۔	۸۹	فنا کے بعد بقا کے حصول اور اسم ولایت کے اطلاق و استعمال کے جواز کی صورت میں یا تو مستغرق تمام ہوتا ہے۔ یا دعوت و ارشاد کے لیے مخلوق کی طرف جبرج ہوتا ہے۔
۹۳	تقمہ۔ کفریہ لقب رکھنے سے روکنے کے بیان میں۔	۹۰	روح کے لیے نہ دانا ہے اور نہ بایاں۔
۹۴	مسلمانوں کو اہل کفر سے دشمنی رکھنے کا حکم ہے۔ بعض مشائخ کی عبدات میں غلبہ سر کے باعث مدح کفر میں جو کچھ وارد ہوا ہے۔ وہ ظاہر پر محمول نہیں۔	۹۰	لیکن دانا س کے حال کے نزدیک لائق اور نسبت نور و عظمت سے مراد۔
۹۴	کفر حقیقت نقص ہے۔	۹۰	سوال باوجود بقا و شعور اور توجہ اور اختلاط الخ
۹۴	ہوش والوں کو مستوں کی تقلید و انہیں ہر چیز کا ایک موسم اور وقت ہے کہ اسی موسم میں وہ چیز موزوں ہوتی ہے۔	۵۰	
۹۴	لقب کفریہ کے تبدیل کرنے کا حکم۔	۹۰	
۹۴	مواضع تہمت سے بچنے کا حکم۔		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹۷	مکتوب نمبر ۲۳	۹۳	مکتوب نمبر ۲۳
۹۷	حاجی محمد لاہوری کی طرف - اس بیان میں کہ شوق ابرار کو ہوتا ہے - مقررین کو نہیں ہوتا۔	۹۳	صوفی کاثرؒ کا بیان ہوتا ہے۔
۹۷	حدیث قدسی الاطال شوق الابرار کا معنی۔	۹۳	اور اس امر کے بیان میں کہ دل ایک سے زیادہ اشتیاق سے تعلق نہیں رکھ سکتا۔
۹۸	ابرار سے کون لوگ مراد ہیں۔	۹۳	اور یہ کہ محبت ذاتی کا ظلمو الخ۔
۹۸	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا معنی اھکنذا کناء لکن قسست قلوبنا	۹۳	مقررین و ابرار کی عبادت کے درمیان فرق اس امر کی تشریح اور ثبات۔
۹۸	اپنے شیخ قدس سرہ کے اس قول کا نقل کرنا کہ حاصل منتفی کو بھی کبھی گزشتہ شوق کی نفی ہوتی ہے۔	۹۵	نہدہ اور رب تعالیٰ کے درمیان مجاہدہ نفس ہے۔
۹۸	رفع شوق کا دوسرا مقام۔	۹۵	محبت ذاتی موجود ہونے کی صورت میں مجاہدہ کا انعام اور اس کی طرف سے تکلیف و دونوں برابر ہو جاتے ہیں۔
۹۸	اصل کے شوق کی طرف رجوع نہ کرنے پر سوال اور اس کا جواب۔	۹۵	ابرار حق تعالیٰ کی عبادت خوف غلاب اور طبع ثواب کے لیے کرتے ہیں۔
۹۹	سیر تفصیل کی نہایت کسی کے لیے قصص نہیں۔	۹۶	ابرار کی نیکیاں مقررین کی نسبت سینات میں داخل ہیں۔
۹۹	بیان عدم قصور توقع و درحق منتفی حاصل کرنے ان مراتب کو اجمالی طور پر طے کیا ہے۔	۹۶	بعض مقررین بھی عبادت خوف غلاب اور امید ثواب کے لیے کرتے ہیں لیکن الخ
۹۹	ساکل لوگ سیر تفصیل میں ہمیشہ تجلیات صفاتیہ میں بند رہتے ہیں۔	۹۶	ایسے لوگوں کو کمالات نبوت سے بھی حصہ حاصل ہے۔
۹۹	حق تعالیٰ کی طرف اشتیاق ہونے سے کیا مراد ہے۔ اس کا جواب۔	۹۶	مکتوب نمبر ۲۵
۱۰۰	مکتوب نمبر ۲۴	۹۶	خواجہ جہان کو گھما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلق و راشدین کی متابعت کی ترویج کے بیان میں تمام کمالات روح و سر و غیرہ حضور کی متابعت سے وابستہ ہیں۔
۱۰۰	خواجہ عکرم کو کبھی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی مدح و ثنا میں۔	۹۷	شیخ سلطان کے دو لڑکوں کے لیے سفارشیں۔
۱۰۰	اس سلسلہ کے اکابر کے اس قول سے مراد کہ ہماری نسبت تمام کی نسبت سے فائق ہے۔	۹۷	
۱۰۰	یادداشت کے معنی۔ تجلی ذاتی کا معنی اور حضور پر غیبت کے معنی۔		
۱۰۱	یہ نسبت نہایت ہی نایاب ہے۔		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۳	شواہق کے نزدیک رات کے نصف آخر میں ادا کرنا جائز ہی نہیں۔	۱۰۱	مکتوب نمبر ۲۸
۱۰۳	صرف وتر کی تاخیر سے بھی قیام میل اور بیداری وقت پھر میسر آسکتی ہے۔	۱۰۱	خواجہ بلک کی طرف صادر فرمایا۔
۱۰۳	مشاد کی جو نمازیں رات کے نصف اخیر میں ادا کی ہیں انہیں قضا کر لیں۔	۱۰۲	حال کی بلندی کے بیان میں ایسے الفاظ سے جو تنزل و تنبد کا وجہ ڈالتے ہیں۔
۱۰۴	امام اعظم کو فی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سبب رہ جانے کی بنا پر چالیس سال کی نمازیں قضا کیں وضو کا مستعمل پانی امام اعظم کو فی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نجس غلیظ ہے۔ فقہاء کرام نے اس کے پینے سے منع کیا ہے۔	۱۰۲	مکتوب نمبر ۲۹
۱۰۴	وضو کے بچے جوٹے پانی کو شفا کا لگیا ہے وہ اگر کسی کو دیا جائے تو جائز ہے۔	۱۰۲	شیخ نظام خٹا میری کی طرف۔
۱۰۴	بعض دوستوں نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرت مہدو صاحب قدس سرہ کے وضو کا مستعمل پانی ضروب میں درج ضرر عظیم لاحق ہوگا الخ۔	۱۰۲	ادائے فرائض کی ترغیب اور سنن و مستحبات کی رعایت اور اس امر کے بیان میں کہ فرائض کے ساتھ ادائے نوافل کو کم اہمیت دی جائے اور رات کے نصف اخیر میں نماز عشاء ادا کرنے سے روکنے اور وضو کا مستعمل پانی پینے سے روکنے اور سریدون کے پیروں کو سجدہ کرنے سے روکنے وغیرہ کے بیان میں۔
۱۰۴	مریدوں کے اپنے پیروں کو سجدہ کرنے کی مذمت و شاعت۔ اور اس سے سختی سے روکنا۔	۱۰۲	ادائے فرائض میں سنت و مستحب کی رعایت کرنا ہر سال نوافل سے بہتر ہے۔
۱۰۴	صوفیاء کے علوم احوال ہیں۔ اور احوال اعمال کے نتائج و ثمرات ہیں۔ اعمال کی درستی کے بغیر احوال کا حقیقہ نہیں مل سکتا الخ۔	۱۰۳	منقول ہے کہ ایک روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد نمازیوں کو دیکھا ایک شخص کو نماز میں نہ پایا الخ۔
۱۰۴	جس طرح مجالس اہل سلسلہ میں کتب تصنیف پڑھی جاتی ہیں کتب فقہ بھی پڑھی جاتی پائیں۔ تصنیف جبکہ احوال سے تعلق رکھتا ہے اور قال میں نہیں آسکتا اگر اس کی کتابوں کا مطالعہ نہ بھی کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔	۱۰۳	آداب کی رعایت اور کردہات سے بچنا اگرچہ تشریحی ہی ہو۔ ذکر و فکر اور مراقبہ و توجہ سے کئی مرتبے بہتر ہے۔
۱۰۴		۱۰۳	بطور نکوۃ ایک فکر صدقہ کرنا پھاڑوں برابر صدقہ کرنے سے کئی درجے زیادہ بہتر ہے۔
۱۰۴		۱۰۳	نماز عشاء نصف شب اخیر میں ادا کرنا اور اسے نماز تہجد کا ذریعہ بنانا بہت ناپسندیدہ ہے حنفیہ کے نزدیک نماز عشاء رات کے نصف اخیر میں ادا کرنا مکروہ تحریمہ ہے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۹	یہ علوم وحی سے اخذ کیے ادیب و کرام نے وہی علوم بذریعہ اہل علم اخذ کیے۔	۱۰۵	مکتوب نمبر ۳۰ شیخ نظام تنہا میری کو کھانا شہود آفاقی
۱۰۹	علماء دین نے یہ علوم شرائع سے بطریق اجمال اخذ کیے ہیں۔	۱۰۵	اور انفسی وغیرہ کے بیان میں۔
۱۰۹	مکتوب نمبر ۳۱ شیخ صوفی کی طرف کھانا توحید وجودی کی حقیقت کے تصور اور قرب و معیت ذاتی کے بیان میں اور بعض سوالات و جوابات کے بیان میں جو اس مقام سے تعلق رکھتے ہیں۔	۱۰۵	اس کی جناب کبریا اس سے بلند تر ہے کہ مجھ جیسا اس کا کچھ بیان کر سکے۔ چون بے چوں کے متعلق کیا اظہار خیال کر سکتا ہے۔
۱۱۰	مشکوٰۃ توحید وجودی کی تحقیق۔	۱۰۶	حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے اہل انہ فنا اور بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے دماغ دیکھتے ہیں۔
۱۱۰	فقیر اس توحید کے مشرب سے اتر رہے علم حصہ وافر اور لذت عظیم رکھتا تھا۔	۱۰۶	تجلی صوفی جیسی بھی ہو سیر آفاقی میں داخل ہے الخ
۱۱۰	حضرت شیخ مجدد قدس سرہ کا حضرت خواجہ محمد اہلباقی کی خدمت میں حاضر ہونا۔	۱۰۶	وجود عدم کی تعریف اکابر نقشبندیہ نے کی ہے وہ بقا جو فنا تم کے بعد ہے۔ نہ لعل اور غل سے محفوظ ہے۔
۱۱۰	حضرت شیخ قدس سرہ پر از روئے حال اس توحید کا منکشف ہونا اور اس مقام کے علوم و معارف و دقائق کا ظہور۔	۱۰۶	وہ فنا اور بقا جو زمانہ پذیر ہے احوال اور کمونیات میں سے ہے۔
۱۱۰	شیخ محمد الدین عربی کے دقائق معارف کو ظاہر کرنا۔ الخ	۱۰۶	انسان کی پیدائش سے مقصود بندگی کے وظائف ادا کرنا ہے۔
۱۱۰	اس توحید میں سرور و قربت اور طیبہ حال کا بیان یہ حال مدت و رات تک رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس حال سے نکالا اور ترقی عطا کی۔	۱۰۶	عشق و محبت بھی مقاصد میں سے نہیں ہیں مراتب ولایت کی نہایت مقام عبودیت ہے۔ اس کے اوپر کوئی مقام نہیں الخ
۱۱۱	نسبت احاطہ اور سر بیان اور قرب و معیت ذاتی کا پوشیدہ ہو جانا۔	۱۰۸	حضرت خواجہ نقشبند کا اس شخص کو جواب دینا جس نے دریافت کیا تھا کہ سلوک سے کیا مقصود ہے۔
۱۱۱	حق سمانہ و تعالیٰ کسی شے سے اتحاد نہیں رکھتا۔	۱۰۹	بعض زائد امور و دربان راہ سناختے آتے ہیں نہایت پرہیز کردہ سب غبار کی طرح اڑ جاتے ہیں۔
۱۱۱	انقلاب حقائق عقلا اور شرعاً محال ہے۔	۱۰۹	جس طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۱	مشائخ نقشبندیہ وغیرہ نقشبندیہ کی ان عبارت کا جواب جو وحدت وجود اور قرب و معیت ذاتی میں صریح ہیں۔	۱۱۱	متبعین ذات واجب تعالیٰ کو مجبور مطلق کہتے ہیں الخ
۱۱۳	سوال۔ جب نفس الامر میں وجود متعدد ہیں۔ الخ	۱۱۱	توحید وجودی کے متافی علوم و معارف کے
۱۱۳	سوال مذکور کا جواب اور اس کی فصاحت وحدت الوجود کا قبول کرنا کشف کی بنا پر تھا اور اگر اس کا انکار ہے تو وہ الہام کی بنا پر ہے۔	۱۱۱	خسوس کے وقت فقیر کراٹھڑا نے نام لایا تھا الخ
۱۱۳	سوال مذکور کا ایک دوسرا جواب۔	۱۱۱	اس بحث کو ایک مثال سے واضح کرنا۔
۱۱۳	مکتوب نمبر ۳۲	۱۱۱	توحید وجودی کے قول کے اسباب وجوہ۔
۱۱۳	مرزا حسام الدین کی طرف لکھا۔ اس کمال کے بیان میں جو صحابہؓ کے ساتھ مخصوص ہے۔	۱۱۲	سبب اول ذاتی کا بیان۔
۱۱۵	اور اولیاء کرام میں سے کم ہی لوگ اس کمال سے مشرف ہوئے ہیں اور حضرت امام ہمدانی میں یہ کمال بروجہ اتم طور کر گیا۔	۱۱۲	تیسرے سبب کا بیان۔
۱۱۵	اس بات کا بیان کہ فن کا کمال بہت سے افکار کے ملنے سے ہوتا ہے۔	۱۱۲	توحید قسم ثالث کا بیان جو پہلی دونوں سے اعلیٰ ہے۔
۱۱۵	پیر کی نسبت اگر ایک ہی حال پر رہے تو موجب نقصان ہے۔ دانش مند مرید کو چاہیے کہ اسے کامل کرے۔	۱۱۲	غلطی کشفی غلطی اختیار کی کا حکم کہتی ہے۔ اس غلطی پر کوئی غتاب و ملاحت نہیں بلکہ ایک درجہ ثواب ہے۔
۱۱۵	آپ نے پیر دستگیر کی نسبت کے حیاقت نہ ہونے کے متعلق پوچھا تھا الخ۔	۱۱۲	مجتہد کی تقلید کرنے والے مجتہد کے حکم میں ہیں اور خطا کی صورت میں ایک درجہ ثواب پاتے ہیں۔ اور اہل کشف کی تقلید کرنے والے معتذر ہیں اور خطا کی صورت میں ثواب سے محروم ہیں۔
۱۱۶	بر مقام الگ اپنے علوم و معارف لکھتا ہے۔	۱۱۳	الہام دوسرے کے حق میں محبت نہیں لیکن مجتہد کا قول دوسرے پر محبت ہے۔
۱۱۶	صحابہ کرام کا مقام ہر دو محبت سے الگ تھا ابتداء میں اس نسبت کا ظہور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی برکات کے ساتھ مخصوص تھا۔	۱۱۳	اہل کشف کی تقلید خطا کی صورت میں جائز نہیں اور مجتہد کی تقلید خطا کی صورت میں بھی جائز بلکہ واجب ہے۔
۱۱۶	عام دوستوں کی لغزشوں سے بچنا اور شیخ الہاد کی لغزشوں سے خصوصاً اور گزر کرنا۔	۱۱۳	کائنات کے آئینوں میں بعض سالکوں کا شہود الخ
۱۱۶		۱۱۳	کثرت میں وحدت کے شہود اور احدیت کے کثرت میں شہود کا بیان۔
۱۱۶		۱۱۳	لامکانی کو مکان سے باہر تلاش کرنا چاہیے جو کچھ آفاق اور انفس میں دکھائی دیتا ہے وہ اس کے نشانات ہیں۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۰	تو اس کا راز دریافت کیا۔ الخ	۱۱۴	علاقہ محبت ٹوٹ نہیں جاتا۔
۱۲۰	بواسطہ اس زمانہ میں جو مسرتی اور	۱۱۴	معافی اور درگزر اس صورت میں ہے کہ وہ
۱۲۰	ملاہمت امور دین میں ہو رہی ہے۔ وہ علماء	۱۱۴	جماعت ان چیزوں کو خود بھی بُرا جانے۔
۱۲۰	سو وکی و جبر سے ہے۔	۱۱۸	شیخ الداد کو خلافت اور جانشین بنانے
۱۲۱	وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت ہیں وہی	۱۱۸	کا بیان اور اس کی تفصیل۔
۱۲۱	علماء آخرت اور وارث انبیاء ہیں۔	۱۱۸	اس تبلیغ کا بیان جو سعادت محض کی جنس
۱۲۱	کل قیامت کے روز ان کی سیاہی کا خون	۱۱۸	سے ہے الخ
۱۲۱	شہداء کے مقابلے میں وزن کریں گے تو ان کے	۱۱۸	فن کی تکمیل بہت سے افکار جمع ہونے سے
۱۲۱	خون سے ان کی سیاہی زیادہ وزن رکھے گی۔	۱۱۸	ہوتی ہے۔
۱۲۱	”علماء کا سونا بھی عبادت ہے“ یہ علماء	۱۱۸	وہ نسبت فقر جو حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ
۱۲۱	آخرت کے حق میں ہے اگر دنیا عزیز ہے تو آخرت	۱۱۸	علیہ رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ عبدالخالق کے زمانہ
۱۲۱	خوار ہے الخ	۱۱۸	میں نہیں تھی۔ واقعات پر کوئی اعتماد نہ کریں۔
۱۲۱	مشائخ کی ایک جماعت نے خفائی نیتوں کے	۱۱۸	کیونکہ یہ محض خیالات ہیں۔
۱۲۱	تحت اہل دنیا کی بظاہر صورت اختیار کر رکھی	۱۱۸	بعض اہل نسبت کی نسبت سلب کرنے
۱۲۱	ہے۔ لیکن حقیقت میں دنیا سے فارغ اور	۱۱۸	کا بیان۔
۱۲۱	آزاد ہیں۔	۱۱۹	مکتوب نمبر ۳۳
۱۲۱	حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا بازار	۱۱۹	ملا حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔
۱۲۱	بٹی میں ایک تاجر کو دیکھنا۔ الخ	۱۱۹	علماء مسودہ کی خدمت کے بیان میں جو محبت
۱۲۲	مکتوب نمبر ۳۴	۱۱۹	دنیا میں گرفت لریں اور جنہوں نے علم کے حصول کو
۱۲۲	یہ مکتوب بھی حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔	۱۱۹	دنیا کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ اور علم زیادہ کی طرح میں
۱۲۲	ممکن حد تک عالم امر کے جواہر غرہ کا تفصیلی	۱۱۹	خود دنیا سے بے رغبت ہیں۔
۱۲۲	بیان۔	۱۱۹	دین کی تائید و تقویت بعض اوقات اہل فہر
۱۲۲	نفسی کوششیت سے بے بہرہ ہے عالم امر کی	۱۱۹	اور ارباب فقر سے بھی ہوجاتی ہے۔
۱۲۲	حقیقت سے بالکل نا بینا ہے۔ وہ جو جو اہر غرہ	۱۲۰	یہ علم ان کے حق مضمر ہے جنہوں نے اس کو
۱۲۲	ثابت کرتا ہے عالم خلق سے تعلق رکھتے ہیں۔	۱۲۰	کینی دنیا کے حصول کا ذریعہ بنا لیا ہے
۱۲۲	عقل اور نفس کا حال جسے فلاسفہ مجرہات	۱۲۰	دنیا حق تعالیٰ کے نزدیک ذلیل و خوار ہے۔
۱۲۲	میں شمار کرتے ہیں۔	۱۲۰	ایک بزرگ نے شیطان لعین کو فارغ دیکھا
۱۲۲	عالم امر کی ابتداء مرتبہ قلب سے ہے اور		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۴	محبت ذاتی کے بیان میں۔ اس مقام میں	۱۲۳	اس کی اہم مقام اخفی پر ہے الف
۱۲۴	انعام و ایلام برابر ہے۔		ان جواہر خمسہ سے واقف ہونا اور ان کے
۱۲۴	سیر و سلوک سے مقصود نفسِ بارہ کا تزکیہ ہے		حقائق سے مطلع ہونا حضور علیہ السلام کے کامل تابعین
۱۲۴	تاکر آئمہ باطلہ کی عبادت سے نجات میسر آئے۔	۱۲۳	کو نصیب ہوتا ہے۔
	مقربین تعذیب سے بھی اسی طرح لذت گیر		عالم صغیر یعنی انسان میں ان تمام چیزوں کا
	ہوتے ہیں جس طرح انعام سے۔ اگر بہشت کی	۱۲۳	نمونہ موجود ہے جو عالم کبیر میں پائی جاتی ہیں۔
۱۲۴	طلب ہے تو اس دہر سے کروہ عمل رفا ہے۔		عالم کبیر کے ان جواہر کا مبداء و عرش مجید ہے
	جو چیز محبوب کی طرف سے آتی ہے وہ		جس طرح انسان کا دل ہے اسی لیے دل کو عرش
	ان بزرگوں کو دل و جان سے مرغوب ہے اور	۱۲۳	اللہ کہتے ہیں۔
	عین مطلوب۔ انخلاص کی حقیقت اس مقام پر		عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے صریحان
۱۲۵	میسر آتی ہے۔	۱۲۳	عرش برزخ ہے۔
	محبت ذاتی کا بیان جس کے بغیر معاملہ خرابی		عالم صغیر میں قلب و دونوں عالموں کے صریحان
۱۲۵	میں ہے۔	۱۲۳	برزخ ہے۔
۱۲۵	مکتوب نمبر ۳۴		ان جواہر خمسہ سے واقفیت کامل اولیا و ائمہ
۱۲۵	یہ مکتوب بھی حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔	۱۲۳	کو حاصل ہے۔
	اس بیان میں کہ شریعت تمام اخروی اور		جس شخص کی نظر تیز و جوب تک پہنچ جاتی
۱۲۵	دنوی سعادتوں کی کنفل ہے۔		ہے اسے ان جواہر خمسہ کے اصول بھی نظر آ
	شریعت کے تین جزو ہیں۔ علم، عمل، انخلاص	۱۲۳	جاتے ہیں۔
	جب تک یہ موجود نہ ہوں شریعت کا وجود نہیں		عالم امر کے حقائق ظاہر کرنے سے منع
۱۲۶	ہو سکتا۔		کرنے کا سبب جو اہر خمسہ مقدسہ کا کچھ قدر کے
	طریقت اور حقیقت جس کے ساتھ صوفیافت	۱۲۴	بیان۔
۱۲۶	ہیں دونوں شریعت کی خادم ہیں۔		ان بلند جواہر کی ابتداء صفات اضافیہ
	تینوں قسم کی تجلیات سے گزار کر ہزاروں		سے جہوتی ہے۔ اور قلب کا ان کے ساتھ
	میں سے ایک کو انخلاص اور رفا کے معنی		تعلق ہے۔ ان سے اوپر صفات حقیقہ ہیں اور
۱۲۶	تک پہنچاتے ہیں۔	۱۲۴	وہ دائرہ ذات میں داخل ہیں۔
	کو تہ اندیش لوگ احوال و مواجید کو تقاصد	۱۲۴	تجلیات ذاتیہ کی تعریف۔
	خیال کرتے ہیں۔ اور کمالات شریعت سے محروم	۱۲۴	مکتوب نمبر ۳۵
۱۲۶	رہتے ہیں۔ الخ	۱۲۴	یہ مکتوب بھی حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۹	میں وہ سب غیر خدا ہے اس کی نفی لازم ہے۔ یہ نفی ادلا تعلیلاً اور آخر میں جا کر تحقیقاً۔	۱۲۷	مکتوب نمبر ۳۷
۱۲۹	جن ارباب سلوک نے نہایت کار تک نہ پہنچنے کے باعث چوں کو پیچہ چوں تصور کر لیا ہے ارباب تعلیم کو مہتر ہے ان سے بہتر ہیں۔	۱۲۷	شیخ محمد چری کو لکھا۔
۱۲۹	ان کا متقدم غیر صریح کشف ہے۔	۱۲۷	اتباع سنت سنسکی تحریض و ترغیب کے بیان میں۔
۱۲۹	یہ جماعت فی الحقیقت خات کی منکر ہے۔	۱۲۷	ان بزرگوں کا طریقہ کبریت اہم ہے۔
۱۲۹	امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول ما یذناک حق جہاد تک و مکن عرفناک حق معرفت کا سنی عام و خاص اور مبتدی اور متنبی کے بیان فرق۔	۱۲۷	مدت و راز تک علوم و معارف اور احوال و مقامات بارشش کی مانند برستے رہے انہو اب سنتوں میں سے کسی ایک سنت کے ایجاد اور زندہ کرنے کی ہی صرف آرزو ہے۔
۱۳۰	معرفت میں متنبی لوگوں کے قدموں کی ایک دوسرے پر فضیلت۔	۱۲۷	اپنے باطن کو خواجگان نقشبندی کی نسبت سے معمور رکھنا چاہیے۔ اور اپنے ظاہر کو سنن ظاہر و کی متابعت سے آراستہ رکھنا چاہیے۔
۱۳۰	میں چاہتا تھا کہ اپنی بے حاصلی اور نام لاری اور بے استقامتی کو نکھوں۔	۱۲۷	پانچوں نمازیں اول وقت میں ادا کریں۔ سوائے موسم سرما کی عشاء کے۔
۱۳۰	بندہ اس کی اجازت نہیں دیتی کہ سفل مرتبوں کی طرف توجہ کرے۔	۱۲۸	مکتوب نمبر ۳۸
۱۳۰	بندہ اگر کچھ کہتا ہے تو اسی کی طرف سے کہتا ہے۔ اگر یہ کچھ نہیں کہتا۔	۱۲۸	یہ مکتوب بھی شیخ محمد چری کو لکھا۔
۱۳۰	شہود ذاتی جو بعض اکابر کی عبارات میں واقع ہوا ہے۔ نارسیدہ لوگوں کے لیے اس کا سمجھنا محال ہے۔	۱۲۸	واجب تعالیٰ کی ذات بخت میں گرفتاری کے بیان میں جو اسماء و صفات کے اعتبار اور شیعوں و اقبالیات سے منزہ ہے۔
۱۳۰	الفاظ جو ان ظاہر ہوا باطن سے توحید وجودی نہ سمجھنے کا بیان۔ اور اس معنی میں علماء کے ساتھ موافقت۔	۱۲۸	اور نارسیدہ جماعت کی مذمت میں متکلمین کے قول لا جو ولا غیر کا معنی اس ذات کو سلب کے علاوہ کسی اور طرح تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔
۱۳۱	جو کچھ ان لوگوں پر لازم و ضروری ہے یہ ہے کہ اوامر و نواہی کی بجا آوری میں کوشاں رہیں۔	۱۲۸	فارسی زبان میں خدا تعالیٰ کے قول لیس بکثر شے کا ترجمہ۔
۱۳۱		۱۲۸	علم، شہود اور معرفت کے لیے اس ذات سبحانہ کی طرف کوئی راہ نہیں۔ جو کچھ بھی لوگ جانتے یا دیکھتے یا پہناتے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۲	تجلی احوال اعمال صالحہ کے بغیر میسر نہیں آ سکتے۔ بغیر اعمال صالحہ دل کی درستگی کا دعویٰ لہو لوگ کرتے ہیں۔	۱۳۱	خدا اور محبت ذاتی کے بغیر اخلاص میسر نہیں آ سکتا۔
۱۳۳	مکتوب نمبر ۳۸	۱۳۱	مقامات عشرہ کو حاصل کرنا چاہیے۔
۱۳۳	یہ مکتوب بھی شیخ محمد حنفی کو لکھا۔	۱۳۱	خدا وہی چیز ہے مگر اس کے تقدیمات اور مبادی کسب سے تعلق رکھتے ہیں۔
۱۳۳	مقام اخلاص کے حاصل کرنے کے بیان میں منازل جذبہ و سلوک طے کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس سیر و سلوک سے مقصود مقام اخلاص کا حاصل کرنا ہے۔	۱۳۲	بعض حضرات کو ریاضات و مجاہدات اور کسب تقدیمات کے بغیر بھی حقیقت فنا سے مشرف کر دیا جاتا ہے پھر نہایت النساءیات پر روک دیتے ہیں یا تکمیل کی خاطر عالم کی طرف واپس کرتے ہیں۔
۱۳۳	شریعت کے تین اجزاء ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص۔ طریقت و حقیقت تیسرے جزو کی تکمیل میں شریعت کے خادوم ہیں اصل بات یہی ہے لیکن ہر ایک کی سمجھ یہاں نہیں پہنچتی اکثر لوگ خواب و خیال میں آرام کر رہے ہیں۔ کمالات شریعت کو کیا جانیں۔	۱۳۲	کیا وہ علماء اور صلحاء جو فنا سے مشرف نہیں تڑک اخلاص سے گناہ گار ہو گئے۔ اس
۱۳۳	وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔ آمین۔	۱۳۲	مکتوب نمبر ۳۹
		۱۳۲	یہ مکتوب بھی شیخ حنفی کو لکھا کام کا دار و مدار قلب کی اصلاح پر ہے۔ صوری اعمال اور رسمی عبادات سے حقیقت حاصل نہ کشف نہیں ہوتی۔
		۱۳۲	دل کی سلامتی اور اعمال صالحہ دونوں کا ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

از حکیم محمد موسیٰ امرتسوی

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی، سرہندی قدس سرہ السامی۔
 (متوفی ۱۰۳۵ھ) کے مکتوبات شریف، کتب تصوف میں نہایت بلند درجہ رکھتے ہیں حضرت شیخ نے
 ان کو مجدد انہ شان اور مجددانہ انداز میں تحریر فرمایا ہے۔ اور ان میں بیان فرمودہ اسرار و معارف کو ملاحظہ کر کے
 یقین ہو جاتا ہے کہ حضرت شیخ اس فن میں درجہ امامت و مقام اجتماع پر فائز ہیں
 مکتوبات قدسیہ میں زیادہ تعداد ایسے نکات کی ہے، جو مسائل شریعت و طریقت اور حقیقت و صوفیت
 پر مشتمل ہیں۔ اور بعض میں مصلحتانہ اور معتدیانہ انداز میں جاوہ شریعت سے ہٹے ہوئے صوفیہ خام کی غلط روش
 اور ان کے پلندیدہ افعال پر تنقید کی گئی ہے۔ علماء سنی جاہ پسندی سے اسلام کو جو نقصان عظیم پہنچ رہا
 تھا، اس پر اظہارِ تاثر کیا گیا ہے۔ اکبر بادشاہ اور اس کے محمد امراء کے کفریہ عقائد کی وجہ سے دین مبین
 پر جو مصیبتیں نازل ہو رہی تھیں، ان کے دفعیہ کے لیے امراء علماء اور صوفیہ کو متوجہ کیا گیا ہے۔ ہندوؤں
 کے میل جول سے مسلمانوں میں جو قبیح رسوم رائج ہو گئی تھیں، ان سے اعتقاد اور بدعت کو محو کر کے سنت کو
 زندہ کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ غیر مقلد شیخ مبارک کے میثروں ابو الفضل اور فیضی کے محمدانہ خیالات
 اور پاک عزائم کے اثرات بد، رد افض، خوارج، نو اصب و دیگر فرق باطلہ کے بُرے عقائد کے مفاسد و
 مضار کے استیصال کی کوشش کی گئی ہے۔ تفصیلیہ کہ اہل سنت و جماعت سے خارج بتایا گیا ہے۔ عقائد
 اہل سنت پر پختگی سے کار بند رہتے ہوئے حضرات اہل بیت، شیخین، غننین اور جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ
 تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت و احترام کو سبق دیا گیا ہے۔ غرض کہ سیکڑوں مسائل شریعت و طریقت پر روشنی
 ڈالی گئی ہے۔ اور ہر مکتوب کا لب لباب یہی ہے کہ اسلام کو زندگی کے ہر شعبہ پر مکمل طور پر نافذ کیا جائے۔
 شریعت کو طریقت پر مقدم رکھا جائے۔ جو طریقت مخالف شریعت ہے وہ اس کا دوزخ ہے۔

۱۔ مسائل تصوف میں۔ ۲۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے تجدیدی کارناموں کی اہمیت و عظمت تب

حضرت شیخ مجدد علی الرحمۃ والنفران کی تصانیف اور علوم و معارف کے مختلف مدارج ہیں۔ اور کتب شریفہ میں عمامہ مدارج موجود ہیں، جو مکاتیب تبلیغی اور دعوتی ہیں، وہ عام فہم ہیں اور جو مسائل تصوف پر لکھے گئے ہیں، ان میں سے بعض بہت زیادہ دقیق ہیں۔ اس سلسلے میں شیخ بدرالدین سرہندی رحمہ اللہ کا تبصرہ نہایت بصیرت افروز ہے دھونڈا:

”واضح ہو کہ مجدد فیاض سے باطن شریف آنجناب پر جو کچھ معارف و اسرار مخصوصہ وارد ہوتے تھے، ان کی چند قسمیں ہیں:-

— ایک قسم ایسی ہے کہ آنجناب قدس سرہ کبھی ان کو زبان فیض ترجمان پر نہ لائے، اور رزق اشارہ سے بھی کبھی ظاہر نہ کیا۔ مثلاً تادل مقطعات و تشابہات قرآنی کہ آنجناب پر نکتہ چینی تھے۔ دوسری قسم وہ ہے کہ ان کا اظہار صرف اپنے صاحبزادوں سے خاص طور پر فرمایا، دوسرے اشخاص کو اس میں شریک نہیں فرمایا، اور نہ ہی وہ معرض تحریر میں لائے گئے۔

تیسری قسم کے وہ معارف ہیں، جن کو آپ نے اپنے ان مریدوں سے جو مہربان راز و کالمین اصحاب تھے، بیان کیا۔ اور ان کے اظہار کے وقت خلوت خاص ہوتی تھی اور مدائر بند کر لیے جاتے تھے، اور اگر اتفاقاً کوئی اور شخص آجاتا تو سکوت اختیار فرماتے اور روئے سخن بدل دیتے اور بقیہ اسرار کو اور کسی وقت بیان فرماتے تھے۔ یہ معارف حتی الامکان تحریر نہیں کیے جاتے تھے۔ مگر جب کوئی محرم راز التماس کرتا تو بہ لحاظ اجابت سوال ایسے طریقے سے تحریر فرماتے کہ ہر کوئی شخص اس کا ادراک نہ کر سکے۔

چوتھی قسم یہ ہے کہ بہ التماس مسائل یا بریت یا فادۃ طالبان عموماً و شمولاً تحریر کیے گئے۔

رسائل و مکاتیب دفاتر ثلاثہ و افرات البرکات ان ہی اسرار قسم چہارم پر مشتمل ہیں اور بہ معرفت دل کے

ہی پورے طور پر واضح ہو سکتی ہے، جبکہ گہری دور کے محدثانہ عقائد اور ماحول سے کما حقہ واقفیت حاصل کر لی جائے اس موضوع پر محب محترم پروفیسر محمد اسلم صاحب استاذ شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی کی تحقیقی کتاب دین الہی اور اس کا پس منظر جو حال ہی میں دہلی اور لاہور سے شائع ہوئی ہے کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔ فاضل ثلاثہ نے اس قدر کے تجزیہ و تفسیر شیخ محمد اکرام کے مجدد صاحب پر اعتراضات کے شافی جوابات دے دیے ہیں۔ پروفیسر محمد اسلم صاحب نے یہ کتاب لکھ کر تاریخ اور دین اسلام کی بڑی خدمت کی ہے جزاء اللہ۔ ۱۲

۱۳ شیخ بدرالدین سرہندی خلیفہ حضرت شیخ مجدد کے حالات کے لیے (۱) حضرات القدس و قدس دوم

اور روضۃ القیوم ملاحظہ ہو۔

ہماروں کے لیے شفا اور مہجوں کے لیے وصال ہے۔

خدا آگے چل کر لکھتے ہیں:-

نیز آپ کے رسائل مثل ”مبداء و معاد“ اور ”عارف لذیہ“ کہ آپ کے احوال و مقامات خاصہ کو متضمن

ہیں۔۔۔۔۔ اور رسالہ ”مکاشفات غیبیہ“ رسالہ ”اثبات النبوت“ رسالہ ”آداب المریدین“

”شرح رباعیات حضرت خواجہ“ ”تعلیقات خواجہ“ اور ”رسالہ درد و شہید“ وغیرہ بھی اسرار

قرب چارم میں سے ہیں۔

اس کے بعد قسم چارم کی پُر صرافت تصانیف، جن میں مکاتیب قدسیہ بھی شامل ہیں، کے علوشان اور

ان کی جامعیت کو اس طرح بیان کیا ہے:-

”یہ لحاظ مطالب کی باریکیوں اور عباراتوں کے دقائق اور اسرار کی تحقیق اور حالات و اشارات

کی تدریق کے، آں جناب قدس سرہ کے علوشان اور رفعت مکان و بلندی مراتب پر کرامت کاملہ

اور آیت قاطعہ ہیں کشف و خفا فی الہی میں جو کچھ باریکیاں اور نازک مانیایں آں جناب قدس سرہ نے

کی ہیں۔ اکابر علماء و شائخ اس کے شیعہ ہیں۔ اور جو کچھ دقائق متعلق بہ حضرات غسار و توحید

وجودی و شہودی اور شاہدہ و مکاشفہ اور ایقان و ایمان، غیب بیان، اطوار سب و طوارق مختلف

و تجلیات متکشفہ و غیر متکشفہ و جمیع بین التشیبہ و التنزیہ، و تنزیہ صر ف و خفا باقی اطلاق ضلال

تجلیات و تجل برقی و دوائی و معاملہ و راہ و تجل، شکر و صحو و علوم و دراشت و غیر دراشت اور ولایت

کی قسموں کی تحقیق یعنی صغر علی و کبری علی و مقام نبوت و رسالت و صدیقیت و قرابت و مثل و

تمثیل و محبت و غلت اور دیجات بعد متابعت و حد و صباحت و ملاحت و جمع و در بیان ہرود

اور سیر آفاقی و انفسی اور سیر ماوراء آفاق و انفس میں آئینہ اب نے بیان فرمائے ہیں وہ بغیر منکر

پر ظاہر و ہیدا ہیں۔ صرف یہی علوم و معارف جو تحریر فرمائے گئے، وہ علو مقال، فصاحت و بلاغت

کے لحاظ سے مرتبہ اعجاز میں داخل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ابنا نے روزگار اس کی نظیر پیش کرنے سے

عاجز ہیں۔۔۔۔۔ اور جب خلوت میں زبان الامام ترجمان سے بیان کرتے تھے، تو ادب ہی حال

دار و ہوتا تھا۔ گویا مرتوبات ”قال“ ہیں۔ اور ملفوظات ”حال“ و بیان معرفت ہیں اور یہ

اتقاء نسبت و اعطاف ہے۔

۴۴ حضرات القدس منہج اردو دفتر دوم ص ۱۰۸

۴۵ حضرات القدس دفتر دوم ص ۱۰۹

شیخ بدر الدینؒ کے بیان بالا کے مطابق خواجہ محمد ہاشم کشمی نے بھی مکتوبات کو قسم چہارم کے اسرار و معارف میں شمار کیا ہے۔ ————— حقیقت یہ ہے ولایت کے بلند درجات "بقا باشد" اور "ظہور من اللہ" پر ناز شخص جس کی پرواز ہمیشہ بلند رہتی ہو۔ اور ہر آن اس پر حقائق الہیہ منکشف رہتے ہوں، وہ اپنے مقام سے ارادۂ خواہ کتنا بھی نزول کر کے اسرار و رموز بیان کرے، وہ پھر بھی علماء و اہل ادراہ و ابتدائی مدارج کے صوفیہ کے فہم و ادراک سے بالا ہوں گے۔ اگرچہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ مکتوبات اسرار قسم چہارم میں سے ہیں۔ لیکن ان میں بیشتر وہ مکاتیب بھی شامل ہیں، جن میں تیسری قسم کے اسرار و معارف مندرج ہیں۔ جیسا کہ تیسری قسم کے معارف کی تعریف کرتے ہو لکھا ہے:-

"مگر جب کوئی محرم راز التماس کرتا تو بہ لحاظ اجابت سوال ایسے طریقے سے تحریر فرماتے کہ ہر کوئی شخص اس کا ادراک نہ کر سکے"

اس قسم کے دقیق اور عیسیر الفہم مکاتیب کے بارے میں حضرت شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۱۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:-

"ضمیدن تدقیقات حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نہایت مشکل است کیسکہ در علوم ظاہریہ و باطنیہ داشتہ باشد و سلوک و مقامات مخصوصہ آن جناب ہم بوجہ لائق نمودہ، البتہ اور انا سبتہ بہ فہم آن معارف پیدا خواہ شد و الا غلاً ————— ایں فقیر مکتوبات قدسی آیات ایشان را از جناب شاہ صاحب قبلہ (شاہ غلام علی دہلوی متوفی ۱۲۳۷ھ) خواندہ و سال ہا در خدمت ایشان محل مواضع منقلۂ آن نمودہ و شنیدہ و بعد وفات ایشان تا ایں دم کہ قریب چیل سال شدہ گاہ بہ درس و مطالعہ آن موقوف نہ داشتہ، فی الجملہ قدرت در حل آن بدست آوردہ است از دیگران چہ گوید؟"

مکتوبات کی تعداد اور ترتیب تدوین کی کیفیت

پہلا دفتر "در المعروف" کے تاریخی نام سے موسوم ہے، اس میں ۳۱۳ مکتوبات ہیں۔ اس دفتر کو خواجہ یار محمد مجددی بخشی طالقانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے ۱۰۲۵ھ میں

۱۷ زبدۃ المقامات فارسی مطبوعہ نو کشور۔ ص ۱۲۳۔

۱۷ مناقب احمدیہ و مقامات سعید یوسف شاہ محمد مظہر مجددی مطبوعہ ۱۲۸۲ھ در اکل المطابع دہلی۔ ص ۱۳۷۔

۱۸ ان کے نام کے ساتھ "جدید" اس لیے لکھتے ہیں کہ ان کے ہم نام ایک اور بزرگ ان سے قبل حضرت

جمع کیا۔ مکتوب ۱۱۳ میں حضرت شیخ مجدد کا ارشاد نقل ہے کہ اس دفتر کو اسی مکتوب پر ختم کریں اور ۱۱۳ کے عدد کی رعایت کریں کیونکہ پیغمبر ابن مرسل، صحابہ اہل بدر کی تعداد کے مطابق ہے۔ اور دفتر دوم کے دیباچے میں تحریر ہے:-

”چوں جلد اول مکتوبات بہ عدد صد و تیزدہ مکتوب رسید حضرت ایشاں سَلَّمَ اللہُ تَعَالٰی فرمودند کہ بر ہمیں عدد ختم کنند کہ موافق عدد پیغمبر ابن مرسل است صَلَّوْا اللہُ تَعَالٰی عَلٰی نَبِیْنَا وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نیز موافق عدد اہل بدر است بِضَوَانِ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ تبرکاً و تیناً برآں عدد ختم نمودہ آمد“

مکتوب ۱۱۳ میں جو خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمہ اللہ کے نام ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اس کے بعد جزوہ محمد صادق علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۰۲۵ھ) فرزند اکبر حضرت مجدد قدس سرہ، کے وہ تین عریضے جو انہوں نے حضرت مجدد کی خدمت عالیہ میں لکھے تھے، وہ بھی شامل کر دیے جائیں۔ تاکہ ان عریضوں کے پڑھنے والے صاحب زادہ محمد صادق کے متقی میں دعائے خیر کریں حضرت کے ارشاد گرامی کے مطابق دفتر اول کے آخر میں یہ تین عریضے بھی شامل کر دیے گئے۔

دوسرا دفتر جس کا تاریخی نام ”نور الخلائق“ ہے۔ اس میں اسماء حسنی کے مطابق کل ۹۹ مکتوبات ہیں۔ اس دفتر کے جامع خواجہ عبداللہ ابن خواجہ چاکر حصار سی (رحمۃ اللہ) ہیں جناب مرتب دیباچہ دفتر دوم میں لکھتے ہیں کہ اس دفتر کی تدوین و ترتیب کا کام میں نے حضرت خواجہ محمد معصوم (متوفی ۱۰۶۹ھ) کے حکم سے کیا ہے۔ — دفتر سوم کے دیباچے میں لکھا ہے:

”چوں آں جلد بہ نو و دو نہ مکتوب رسید کہ مطابق اسماء حسنی است بر مہاں ختم شدہ در سائے رسالہ کما تاریخ آں از ”نور الخلائق“ ہویدا است“

تیسرا دفتر ”معرفت الخلائق“ کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے جامع خواجہ محمد ہاشم کشمی ربان لوطی رحمہ اللہ مرید حضرت امام ربانی قدس سرہ ہیں۔ انہوں نے اس دفتر کو حضرت امام ربانی کی خدمت میں رہ کر مدون کیا۔ اس کے دیباچے میں لکھا ہے کہ مطابق عدد سورۃ قرآنی ۱۱۳ مکتوبات ہیں سال اتمام جلد ثالث لفظ ”ثالث“ سے برآمد کیا ہے۔ مگر واقعہً اس دفتر میں ۱۲۲ مکتوبات ہیں۔ اور بعض نسخوں میں کم ہیں مطبع نوکشور کے چھٹے ایڈیشن میں صرف ۱۲۲ ہیں۔ اور ایک میں ۱۲۳۔

شیخ کے مرید ہو چکے تھے۔ فرق و امتیاز کی خاطر سرید سابق کو ”قدیم“ اور ان کو ”جدید“ لکھتے ہیں طالبان ایران کے ایک شہر کا نام ہے۔

اس دفتر کے مکتوب ۱۱۵ کے حاشیہ میں حضرت مولانا نور احمد مرحوم عثمی مکتوبات لکھتے ہیں:-
 ”بدان کردر خطبہ این جلد مصرح است کہ جلد مکاتیب این جلد یک صد چہارمہ اند مطابق عقد و مؤید
 قرآنی پس این نہ مکاتیب اخیرہ این جلد شاید بعد از ان بمعوض تسوید آمدہ باشد و ملحق شدہ
 فافہم واللہ اعلم“

پھر مکتوب ۱۲۴ کے حاشیہ میں یہ لکھا ہے:-

”بدان کہ این مکتوب در بعض نسخ خطیبہ یافتہ شد فاعفناہ وجعلناہ خاتمہ المکاتیب حضرت
 خواجہ محمد معصوم قدس سرہ نسبت باین مکتوب فرمودہ اند کہ آن مکتوب داخل جلد ہائے مکتوبات
 قدسی آیات نہ شدہ“

حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مکتوب ۱۲۴ حقیقت کعبہ کے اسرار کے بیان میں ہے حضرت
 خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ نے بھی اسی مضمون کا ایک خط مرزا امان اللہ برہان پوری کے نام لکھا ہے۔ اس
 میں اپنے والد گرامی کے مذکورہ بالا مکتوب کا حوالہ دیتے ہوئے یہ تحریر کیا ہے:-

”حضرت ایشان ما۔۔۔ قَدْ سَمِعْنَا اللّٰهَ سُبْحَانَهُ یَسِّرْ لَنَا الْاَقْدَاسَ۔۔۔ در مکتوبیکہ داخل
 سہ جلد مکتوبات نیست انوشہ اند۔۔۔ اللہ“

حضرت مولانا نور احمد نے حضرت خواجہ کے اس ارشاد سے یہ افاد کیا ہے کہ یہی مکتوب خاتمہ المکاتیب
 بنے ہو شامل ہونے سے رہ گیا تھا۔ لیکن سمجھنا یہ چاہیے کہ دفتر سوم کے جو ۱۱ مکتوبات ہیں ان میں
 یہ شامل نہیں۔

دفتر سوم کے ساتھ ملحق ہونے والے مکاتیب کے بارے میں دفتر سوم کے جامع خواجہ محمد ہاشم
 کشمی رحمہ اللہ کا بیان بہت واضح ہے۔ دھونڈا

”بعد از اتمام جلد ثالث و بموجبی بندہ از آستان بعضے مکاتیب دیگر کہ شروع دفتر چہارم
 بود بطور آمدہ بود و منویر بہ چہارم مکتوب نہ رسید کہ آن ماہ چہارمہ آسمان قطبیت رو
 در نقاب مغرب تراز کشیدہ قَدْ سَمِعْنَا اللّٰهَ تَعَالٰی وَ سَمِعْنَا اللّٰهَ تَعَالٰی وَ کَوَسْرًا مَضْجَعًا

۹۹ دفتر سوم (معرفۃ العقائق) حصہ نہم مکتوب ۱۱۵۔۔۔ ص ۱۰۴ طبع امرت سر۔

۱۰۰ دفتر سوم (معرفۃ العقائق) حصہ نہم مکتوب ۱۲۴۔۔۔ ص ۱۴۶ طبع امرت سر۔

۱۰۱ مکتوبات خواجہ محمد معصوم مطبوعہ ۱۸۸۶ در مطبع نظامی کانپور مکتوب ۲۴۔۔۔ ص ۴۱۔

۱۰۲ دفتر سوم کی تکمیل کے بعد یہ سرسند شریف سے چلے گئے تھے

المعطر بحومة سيد البشر والصلوة والسلام عليه وعلى آله واصحابه اجمعين
الى يوم المحشر ناچار آن مکتوب را داخل جلد ثالث نموده مشدّد

خواجہ محمد ہاشم کے مندرجہ بالا بیان کی روشنی میں یہ سمجھنا چاہیے کہ تین مکتوبات اور بھی ہیں جو مکتوبات کے اکثر خطی نسخوں میں شامل نہیں ہو سکے واللہ اعلم بالصواب۔ اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جس اہتمام کے ساتھ حضرت شیخ کی زندگی میں مکتوبات کے تین دفتروں کو محفوظ کیا گیا۔ بعد میں مسدّض تسوید میں آنے والے مکاتیب کو اُس اہتمام کے ساتھ جلد خطی نسخوں کے آخر میں شامل نہیں کرایا جا سکا ورنہ کسی نسخہ میں کم اور کسی میں زیادہ کا معاملہ نظر نہ آتا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ اور صاحب "روضۃ القیومیہ" خواجہ کمال الدین محمد احسان اللہ کے بیانات جو آئندہ اوراق پر نقل ہوں گے۔ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خاتمۃ الکاتیب وہ مکتوب ہے جو امرت سر داسے ایڈیشن اور پیش نظر ترجمہ میں نمبر ۱۳۲ بنام نور محمد تمہاری ہے۔ مگر مولانا نور احمد نے مکتوب ۱۳۴ کو جو انہیں بعد میں ملا خاتمۃ الکاتیب قرار دیا ہے۔ یہ تقدّم و تاخر ہے اہتمامی کی دلیل ہے۔

ہر سہ دفتر مکتوبات شریف کی کل تعداد ۵۳۶ ہے۔ پہلے دفتر کے میں مکتوبات وہ ہیں جو حضرت شیخ مجدد نے اپنے مرشد خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۲۰ھ) کی خدمت میں ارسال کیے دو مکتوب حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے نام ہیں۔ اور ان کے بیٹے مولانا نور الحق کے نام ایک طویل مکتوب ہے۔ ایک جہانگیر بادشاہ کے نام لکھا ہوا ہے۔ دو مکتوب کسی معتقد خاتون اور ایک ہر دے رام ہندو کے نام ہے۔ جہانگیر کے دربار کے ممتاز امرا اور اراکین کے نام بہت زیادہ خطوط ہیں، جن میں سے خان خاناں، خان اعظم، خان جہاں، مرزا داراب خاں، تلچ خاں، خواجہ جہاں، لالہ بیگ اور سید فرید بخاری گورنر لاہور کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اسراء میں سے سب سے زیادہ خطوط نواب سید فرید بخاری کے نام ہیں۔ بقیہ اپنے فرزند ان گرامی قدر، مریدین، معتقدین، معاصر علماء اور شاخ کو لکھے ہوئے ہیں۔

مکتوبات مختصر مضامین پر مشتمل بھی ہیں اور اکثر بے حد طویل مباحث کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ یہ طویل مکتوبات رسائل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور حضرت مجدد کے انداز تحریر اور زور بیان کا یہ عالم ہے کہ فیضانِ نسبت فاروقی کے دھارے سے بہ رہے ہیں۔ ہر ایک سطر سے عیاں ہوتا ہے کہ رگ فاروقی جنبش میں اور غیرت ایمانی جوش میں ہے۔

سلاّہ زبدۃ المقامات مطبوعہ نو کشور لکھنؤ میں ۲۴۱۔

استدراک

جناب ملک حسن علی صاحب دینی - اسے جامعی نے لکھا ہے :-
 ”آخری مکتوب ۱۲۳ جو نور محمد نقاری کے نام ہے، بعض مبصرین اسے جعلی اور مصنوعی قرار
 دیتے ہیں۔ کیونکہ اس مضمون اور مکتوب کی بعض باتیں خلاف شرع اور خلاف مشرب حضرت مجدد
 رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔“

ملک صاحب جو علامہ ابن تیمیہ کی تعلیمات کے عاشق صادق ہیں، نے محض اپنے ذاتی خیالات و
 معتقدات کی بنا پر اس پر حقائق و معارف مکتوب کو جعلی اور خلاف شریعت لکھ دیا ہے۔ ملک صاحب
 کو یہ مکتوب اس لیے خلاف شریعت نظر آیا کہ اس میں مدارج ولایت بیان کرتے ہوئے حضرات ائمہ
 اثناعشر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قطعییت کے درجہ خاص پر فائز تسلیم کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ
 ان حضرات کے بعد حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ مقام و منصب عطا ہوا۔ اور تا اس دم تمام
 واسطین و کاملین کو ان ہی کے ذریعے فیض پہنچتا ہے۔ اور شیخ مجدد رحمہ اللہ، حضرت شاہ
 جیلان قدس سرہ کے نائب مناب ہیں۔ یہ حقائق حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ علیہ کی میت -

أَفَلَتَ شُمُوسُ الْأَوَّلِينَ وَ شَمْسُنَا
 أَبَدًا عَلَى أَفْقِ الْعُلَى لَا تَغْرُبُ

ترجمہ: پہلوں کے آفتاب غروب ہو گئے اور ہمارا آفتاب انتہائی بلندیوں پر ہے۔ اور
 کبھی غروب نہ ہوگا۔)

کی تشریح کرتے ہوئے بیان کیے ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ کے ”نظریہ مجددیت“ اور ”توحید خالص“ کے
 سلسلہ راقم نے ملک صاحب کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ ان ”مبصرین“ کے نام بتائیے، جنہوں نے اس
 مکتوب کو جعلی اور خلاف شریعت قرار دیا ہے؟ ملک صاحب نے جواب میں لکھا کہ ”مولانا کریم بخش صاحب
 پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور نے اپنی کتاب تعلیمات امام اہل سنت میں یہ تحقیق پیش کی ہے“ — ایک
 مولوی کریم بخش ”مبصرین“ ہو گئے یا لمب !

سلسلہ تعلیمات مجددیہ - ص ۳۸ -

سلسلہ شیخ ابن تیمیہ حنابل کے ”نظریہ مجددیت“ پر علامہ مناظر احسن گیلانی نے خوب تبصرہ کیا ہے۔ ملاحظہ
 ہو ”مقالات احسانی“ مطبوعہ کراچی - اس نظریہ کے تحت حضرت شیخ مجدد کے اکثر وہ نظریات جن کی بنیاد کشف و

قائل شخص کو ایسی باتیں ضرور خلاف شرع نظر آئیں گی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلے کو جملہ سلاسل کے اولیا و ائمه اور علماء اہل سنت نے تسلیم کیا ہے۔ اور تمام مشائخ سلسلہ مجددیہ نے شیخ مجدد قدس سرہ کے اس کلام کو دل و جان سے مانا ہے۔ اور کسی نے بھی حضرت کے اس خط کو جعلی اور خلاف شریعت قرار نہیں دیا صاحب "روضۃ القیومیہ" اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ نے اس مکتوب کے ظہور میں آنے کا سبب بتایا ہے۔ پہلے "روضۃ القیومیہ" کی تصریح ملاحظہ ہو:-

"ایام مرض (وفات) میں ایک روز آن حضرت نے فرمایا کہ آج حضرت غوث الاعظم تشریف فرما ہو کر فرماتے ہیں کہ لوگ میرے اس شعر:

أَفَلَنْتَ شَعْمَوْسَ الْأَقْرَبِينَ وَشَنْسَنَا
أَبَدًا عَلَى أَفَقِ الْعُلَى لَا تَغْرُبْ

کے معنوں کی بابت حیران ہیں۔ اگر آپ اس کا حال کھیں تو آپ کو اس مرض سے صحت ہو جائے گی۔ چونکہ حضرت قیوم اول رضی اللہ عنہ کو لقاٹے پر دروگہ کار کا شوق بہت تھا۔ اس لیے بہ کثرت شوق آپ آب ویدہ ہوئے۔ اور یہ دعا اَللّٰهُمَّ الرَّزِيقَ الْاَعْلٰی بار بار پڑھتے اور فرماتے کہ طبیب کہہ دے کہ تم لا علاج ہو تو میں بہت سارے دویہ راہ خدا میں صرف کروں۔ مرض موت میں آن حضرت نے قیوم ثانی معصوم زمانی کو وصیت فرمائی کہ مذکورہ بالا شعر کا حل ضرور لکھنا اور خود زبان مبارک سے اس کی تشریح کر دی۔ حضرت قیوم ثانی رضی اللہ عنہ نے انجذاب کی اس وصیت کو آپ کی عزاداری کے دنوں میں پورا کیا اور مکتوبات کی تیسری جلد میں داخل کر دیا

شاہد ہے پہلے، غلط شہرتے ہیں۔ اور ان کی کرامات و خوارق عادات جو ان کے خلفاء نے بیان کی ہیں وہ بے حقیقت ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اور دیگر تحقیقات بھی علامہ کی "لکھری جوئی توحید" کے معیار پر ہرگز پوری نہیں آتیں۔ چنانچہ علامہ مسعود عالم مدنی نے جرأتِ زمانہ سے کام لیتے ہوئے صاف لکھا ہے:-

"تصوف و سلوک و تزکیہ کے بارے میں عاجز نے مطالعہ کے بعد اور انشراح صدر کے ساتھ ایک مسلک اختیار کیا ہے۔ اپنی طبیعت و مزاج کے لحاظ سے صرف امام ابن تیمیہ (ف ۷۲۸ھ) کی لکھری جوئی توحید دل کو لگتی ہے اور تواور ابن قیم (ف ۷۵۰ھ) کے ہاں بھی کمزوری محسوس ہوتی ہے۔"

دیباچہ مکتوبات سید سلیمان ندوی نام مسود عالم ندوی مطبوعہ لاہور ص ۱۱۱ حق یہ ہے کہ مسود عالم ندوی صاحب نے جملہ متقلدان ابن تیمیہ کے ضمیمہ کی ترجمانی کر دی ہے۔ اور جب یہ معیار قائم کر لیا گیا ہے تو حضرت مجدد کا نام کیوں لیا جاتا ہے؟ یہ ہر جگہ کو خواہی جا سمری پوشش و من اندازہ قدرت لایحی شمس -

چنانچہ اس جلد کے اخیر میں درج ہے جو مکتوب شیخ نور محمد تنہاری کے نام ہے۔
اس کے بعد آن حضرت کو چند روز کے لیے صحت ظاہری نصیب ہوئی جو صحت میں بھی حاصل
نہ تھی، اللہ

اب حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ کے اپنے بیان پر غور کیا جائے۔ وھو ہذا :-

درایام نقاہت مرض پیشین می فرمودند کہ من مستغرق کلمات اہل بیت رسول صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم و دران مضغاً بالکمال استبشار بیان می فرمودند کہ مراد باغ اہل بیت سر
دادہ اند و بہ عجائب غرائب آن موطن مشرف می سازند و شطری اذناں در معرض اعمار نیز
آوردند و بعضے خصائص و کمالات حضرت امیر را کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کہ دیدہ فکر دوم اندیشہ
اذناں خیرہ و در راہ است، مشروح ساختند و ہم چنین کمالات حضرت فاطمہ زہرا و حضرات حسینؑ
رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیان نمودند، علیٰ ہذا القیاس کمالات سائر دوازده ایئمہ را فرمودند، بدین تقریب
کمالات و خصائص حضرات شیعین و حضرت ذی النورین را بیان نمودند و نسبت و منزلت ہر کدام
ازیں خلفائے اربعہ و اہل بیت را باں سرور علیہ و علی آکر و صحبہ الصلوٰۃ والسلام مشروح ساختند
و بعضے از خدمات شائستہ خود را کہ بوقوع آمدہ نیز در میان آوردند و قدرے از کمالات
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی را ہم بیان کردند، چنانچہ در مرض اخیر این ذرہ حقیر را وصیت
بہ نوشتن بعضے ازیں اسرار کہ قابل اظہار بود، نمودند چنانچہ این فقیر بہ مقتضائے وصیت
درایام عزای آن حضرت بحسب فہم قاصر خویش با چشم گریاں و دل ریش جوہر روضہ منوٰہ
نشتہ آن ربانے نامفتہ را در سلک نظم (یعنی ترتیب دادہ) کشید و داخل مکتوبات قدی
آیات آن حضرت گردانید۔ چنانچہ ختم مکتوبات بہ جہاں مرقومات مقرر گشت۔

مؤتلف و فتنہ القیومیہ کی مہرحت اور خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ کی شہادت سے روز روشن کی طرح واضح
ہو گیا ہے کہ اس مکتوب شریف کے معارف حضرت امام ربانی قدس سرہ کے بیان فرمودہ ہیں اور خواجہ
محمد معصوم نے حسب وصیت ان کو مرتب کر کے مکتوبات کے آخر میں شامل کر دیا تھا۔ اس حقیقت کے
واضح ہو جانے کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت کا یہ مکتوب بالکل آخری ہے۔ لہذا اسے سب سے
آخر میں درج ہونا چاہیے اور حضرت شیخ قدس سرہ کا یہ کلام اس وقت کا ہے جبکہ آپ کے مدارج علیا
۱۳ روضۃ القیومیہ۔

۱۴ مکتوبات خواجہ محمد معصوم مکتوب ۱۹۲۔ ص ۳۷۷ مطبوعہ مطبع نظامی کانپور

میں نقطہ شروع پر تھے۔ اس خط کو جو فوراً محمد تھانی کے نام لکھا گیا ہے۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے کبھی حضرت غوث اعظم کی مذکورہ صدد بیت کے معنی دریافت کیے ہوں گے۔ لہذا ان ہی کو مکتوب الیہ قرار دے دیا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت نے کسی اور جگہ ان معارف کو بیان کیا ہے یا نہیں؟
”مکاشفات غیبیہ“ مجدد العثمانی رحمہ اللہ مرتبہ خواجہ محمد ہاشم کشمی، جس کے شروع میں جامع نے لکھا ہے کہ ”معارف آں اور اوراق از علوم سابقہ اند“۔ اس کے مکاشفہ ۱۶۰ کے اندر شروع ہے:

”باید دانست کہ واصلین ذات ازیں بزرگواران کریم“ افراد“ ملقب اند نیز اقل قلیل اند و اکابر و اصحاب وائمہ اثنا عشر از اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بایں دولت فائض اند و از اکابر اولیاء قطب غوث الثقلین قطب ربانی محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی است قدس اللہ تعالیٰ سرہ اللہ قدس بایں دولت ممتاز اند و دریں مقام شان خاص دارند کہ اولیاء دیگر از ان خصوصیت قلیل النسیب اند ہمیں امتیاز فضلہ باعث علوشان ایشان شدہ است۔ فرمودہ اند قدیمی ہذا علیٰ سرقبہ کلّ ولی اللہ۔ اگرچہ دیگران را ہم فضائل و کرامات بسیار است اما قرب ایشان بآن خصوصیت از ہم زیادہ تر است، در شروع بآں کیفیت کہ بر ایشان نمی رسد، با اصحاب وائمہ اثنا عشر دریں باب مشارک اند۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء، واللہ ذو الفضل العظیم۔

حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ کے اس مکاشفہ کے نقل کیسے جانے کے بعد مزید کسی وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ تاہم اس مسئلے میں چند اور بزرگوں کے حوالے اور آراء نقل کی جاتی ہیں۔ تاکہ شیخ نور محمد کے حالات و روضۃ القیومیہ میں بایں الفاظ مرقوم ہیں! آپ آنحضرت رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہیں، سلوک باطنی حاصل کر کے خلافت پائی۔ تیسری جلد کا آخری مکتوب آپ کے نام لکھا گیا ہے، جس میں مرض موت کے وقت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شعر کی جو شرح بیان فرمائی، مندرجہ ہے (ص ۳۲۹) بعض مکتوبات میں آپ کے نام کے ساتھ ”تماری“ لکھا ہے۔ مگر روضۃ القیومیہ مترجم اور بعض دوسری کتابوں میں ”ہماری“ تحریر ہے۔ ہماری صحیح معلوم ہوتا ہے۔

۱۹ سب کتابوں میں مکاشفات غیبیہ نام لکھا ہے۔ مگر اکثر غلام مصطفیٰ صاحب کا خیال ہے عینیہ صحیح ہے مکاشفات غیبیہ (عینیہ) شائع کردہ ادارہ مجددیہ کراچی۔ ص ۴۰۔

ثابت ہو جائے کہ اجماعی مسئلہ ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نامور خلیفہ اور ربانی سلسلہ آدمیہ حضرت تید آدم بنوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۵۳ھ) نے اپنی تصنیف ”خلاصۃ المعارف“ میں وہی کچھ لکھا ہے، جو ان کے مرشد نے ارشاد فرمایا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۶۶ھ) نے ”المقالة الوضیة فی النبیۃ العزیزہ“ میں اپنے شاہدے کو اسی طرح بیان کیا ہے۔ اور حضرت تھانی شہداء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۲۵ھ) نے حضرت شاہ صاحب کے کلام کی تائید و تشریح اس طرح کی ہے :-

”آں چہ حضرت شیخ در قطبیت ائمہ اثنا عشر نوشتہ این مضمون را حضرت امام ربانی قطب صمدانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ در شرح بیت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نوشتہ این ست بیت :

أَفَلْتُ شُمُوسَ الْأَرَلِّينَ وَشَمْسَنَا
أَبَدًا عَلَى أَفْقِ الْعُلَى لَا تَعْرُبُ

وفقر آں را در ”شمسیر رہنہ“ (تصنیف قاضی صاحب) نوشتہ

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم مشیو شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۳۰ھ) نے حضرت شیخ مجدد کے اس مکتوب کا خلاصہ شیخ مجدد کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

عارف باللہ شاہ فقیر اللہ علوی نقشبندی شکارپوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۹۵ھ) کے مکتوبات

۲۱ خلاصۃ المعارف بحوالہ مکتوبات شاہ فقیر اللہ نقشبندی شکارپوری - ص ۲۰۵ — خلاصۃ المعارف

ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔ اس کے خطوط بھی کم یاب ہیں۔ اس کی پہلی قسم (جلد) میرے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے، جس کے ۱۶۴ اوراق ہیں۔ محمولہ بالا مضمون دوسری قسم (جلد) میں مسطور ہے۔ جیسا کہ پہلی قسم کے ورق ۳۲ پر لکھا ہے :-

”بیان این چہار ولایت در باب دوم در فصل دوم در قول ثانی از قسم ثانی این کتاب واضح و مفصل شدہ است“

خلاصۃ المعارف کا ایک تلمی نسخہ ذخیرہ شیرانی دانش گاہ پنجاب ۱۳۴۲ ف ۴۰۴ میں بھی موجود ہے۔ مگر میں یہ نسخہ اس وقت دیکھ نہیں سکا۔

۲۲ مجموعہ وصایا اربعہ مرتبہ محترم پروفیسر محمد ایوب قادری ایم۔ اے شائع کردہ شاہ ولی اللہ اکیندی

میں مکتوب ہفتم، ہشتم و چہل و نہم اسی مسئلے پر ہیں اور ہر مکتوب ایک رسالے کی حیثیت رکھتا ہے۔
 حاجی فضل اللہ نقشبندی قندھاری قدس سرہ العالی (متوفی ۱۲۳۵ھ) نے اپنی تالیف ”مدۃ المقامات“
 (فارسی) میں حضرت شیخ مجدد کے زیر بحث مکتوب کی عبارت نقل کر کے اس مسئلے کو نوکر کیا ہے۔
 اس مسئلے پر نقشبندی صوفیہ کی متعدد تحریریں اس وقت میرے پیش نظر ہیں۔ جن کے حوالے
 طوالت کا باعث ہوں گے۔ لہذا ذیل میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے ارشادات
 نقل کر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۹۵ھ) فرماتے ہیں :-
 ”صوفیہ اہل سنت بر قطبیت دوازده امام صلوة اللہ علیہم متفق اند“

یہ ملحوظ ہے کہ جس طرح اہل فضل نے حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات اور
 تعلیمات کو اپنی کتابوں میں بالکل غلط انداز میں پیش کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے ائمہ اثنا عشر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم کی تعلیمات کو تبدیل کر دیا ہوا ہے۔ اور لاتعداد من گھڑت روایتیں ان کی طرف منسوب کر دی
 ہوئی ہیں۔ مگر اہل سنت و جماعت ان کے دعویٰ حب اہل بیت اور ان کی وضعی روایات کے پس منظر
 سے پورے طور پر واقف ہونے کی بنا پر ان پر کان نہیں دھرتے اور اہل بیت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)
 اور اولاد علی رضی اللہ عنہم کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ صوفیہ کے عقائد
 پر تاریخ اثر انداز نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ اپنے مشاہدات و مکاشفات کو نظر انداز نہیں کر سکتے اور حصول فیض
 اور وصول مقام قرب ان کے مد نظر رہتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۳۹ھ) کا محدثانہ و صوفیانہ ارشاد
 ملاحظہ ہو :-

”نیز ائمہ پسین مثل حضرت سجاد و باقر و صادق و کاظم و رضا ہمہ مقتدایان و پیشوایان اہل سنت

۲۳ھ در المعارف فارسی (ملفوظات شاہ غلام علی ہمدانی شاہ روضہ احمد شائع کردہ مکتبہ اسلامیہ
 مجبرات ضلع مظفر گڑھ۔ صفحہ ۲۳۱)۔ اور شاہ صاحب نے اسی مکتوب کا خلاصہ رسائل سبع سیارہ میں اپنے
 قلم سے نقل کیا ہے۔

۲۴ھ مکتوبات شاہ فقیر اللہ مطبوعہ اسلامیہ شیم پریس لاہور

۲۵ھ مدۃ المقامات شائع کردہ خانقاہ مجددیہ ٹنڈو سائیں داد (حیدر آباد) مطبوعہ ۱۳۵۵ھ ۱۳۵۶ھ

۲۶ھ مقامات مظہری مؤلفہ شاہ غلام علی دہلوی مطبوعہ مطبع احمدی دہلی ۱۳۶۹ھ ۱۳۷۰ھ

ہوئے اندر علماء ایشیاں مثل زہری و امام ابو حنیفہ و امام مالک تلمذ از انجناب کردہ اند و صوفیہ
آن وقت مثل معروف کرنی و غیرہ از انجناب فیض اند و ختہ و شایخ طریقت سلسلہ انحضرتؐ
سلسلہ الذہب تا سیدہ و محدثین اہل سنت زان بزرگواران در ہر فن خصوصاً در تفسیر و سلوک
و فقر و فقر اعدا و بیست روایت کردہ ۲۴

مندرجہ بالا ارشاد است و ایاء و علماء جملہ اہل سنت کا عقیدہ ہیں۔ البتہ نواصب کے لئے ضرور
خلافت شریعت ہیں۔

مکتوبات کی مقبولیت

فارسی زبان میں تصوف کی سب سے پہلی مستند کتاب حضرت شیخ علی ہجویری معروف بہ داماد گنج بخش
لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی قریب ۳۹۰ھ) کی "کشف المحجوب" ہے اور اس کو جو مقبولیت
و شہرت حاصل ہوئی، وہ اظہر من الشمس ہے۔ اس کے ۵۳۵ سال بعد شمسہ شہود پر جلوہ گر ہوئی وہی
کتاب مجموعہ مکاتیب حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ کو وہی مقبولیت و شہرت حاصل ہوئی۔ اقل
الذکر تصنیف منیعت پاک و ہند کے اولین مبلغ و داعی اسلام پر وارد شدہ روز و اسرار طریقت و حقیقت
و معرفت کا بیش بہا گنجینہ ہے تو ثنائی الذکر یہاں کے مجدد اسلام کے بیان فرمودہ حقائق شریعت طریقت
کا بہترین مجموعہ اور دقائق و غوامض حقیقت و معرفت کا نہایت اعلیٰ خزینہ ہے۔ پاک و ہند
ماوراء النہر، اور دیار عرب کے علماء و فضلاء اور اصفیاء و عرفانے اسے سر شد بد طریق قرار دیا۔ قریباً پونے
تین سو سال تک طالبان حق اس کے خلی نسخوں سے مستفید و مستفیض ہوتے رہے اور دل دادگان تصوف
و معرفت اور سالکان ہجویت بحدۃ اپنی عمر عزیز کے قیمتی اوقات اس کی نقول لینے میں صرف کرتے رہے۔
چنانچہ اس کے خلی نسخے بہت جلد عالم اسلام میں پھیل گئے تھے۔

مطالع وجود میں آگئے تو مکتوبات قدسیہ کو متعدد مطابع نے طبع کر کے شائع کیا۔ اور سب سے
بہتر طریق پر حضرت مولانا الحاج نور احمد نقشبندی مجددی امرتسری علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۳۳۸ھ)

۲۵ تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ مطبع حسن دہلی ۱۲۷۱ھ۔ ص ۲۸۱۔

۲۶ حضرت داماد گنج بخشؒ کا سال و سال عام طور پر ۳۶۵ھ مشہور ہے لیکن کشف المحجوب کی عبارتیں
اس کے خلاف شہادتیں پیش کرتی ہیں۔ اس مسئلے میں عبدالحی حبیبی نے بڑی عمدہ تحقیق کی ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ
طبقات صوفیہ امالی خرابہ عبداللہ انصاریؒ مطبوعہ افغانستان۔

مرید و مجاز شیخ العرفا حضرت شاہ ابوالخیر مجددی دہلوی قدس سرہ (متوفی ۱۳۲۱ھ) نے نہایت تعظیم اور بیغ تحشیہ کے ساتھ نوحہوں میں منقسم کر کے ۱۳۲۷ھ تا ۱۳۲۸ھ میں امرت سر سے طبع و شائع کیا۔ حق یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے یہ عظیم کارنامہ سرانجام دے کر حضرت امام ربانی سے اپنی بچی عقیدت اور روحانی تعلق کا حق ادا کر دیا ہے۔ جزاء اللہ احسن الجزا۔

مکاتیب کی افادیت و اہمیت کے پیش نظر عربی میں اس کے کئی ترجمے ہوئے۔ کتب خانہ اوقات بغداد شریف میں دو عربی ترجموں کے خطی نسخے موجود ہیں:

۱۔ تعریب المکتوبات الصوفیہ۔ لاجعلہ النقشبندی الفاروقی ۹۷۷ھ = ۲۱ × ۱۴ اس مولفہ شیخ یونس النقشبندی۔

مجلد — ابتداء:

الحمد لله رب العلمین وبعد فيقول اسير الذنوب
سمي صاحب الحوت طالما كنت اطلب مجلدات رسائل غوث
المحققين احمد النقشبندی ولما ظفرت وبعد مدة ...

۲۔ مکاتیب الشیخ احمد النقشبندی ۴۷۵۲ - ۲۸ × ۱۸ ص۔

انشأها الشیخ احمد النقشبندی الاحرارى۔

رسائل بعث بها الى بعض الصوفیہ۔ اولها مکتوب فی بیان احوال

تناسب اسم الظاهر والظهور قسم خاص من التوحيد و بیان عروجات
وقعت کتبه الى هوشند الکبیر ... الشیخ محمد بن الباقر النقشبندی الاحرارى
(۳) تیسرا ترجمہ علامہ محمد مراد علی کا ہے۔ اس ترجمے کی مقبولیت اور اس کے اثرات پر علامہ مناظر احسن
گیلانی صاحب کا تبصرہ ملاحظہ ہو:-

۵۲۹ مولانا نواز احمد کے مصنف و محشی یہ مکتوبات ۱۹۶۲ء میں دوبارہ نور کینی انارکلی لاہور سے چھاپ دیئے ہیں
اس کے شروع میں مولانا کے حالات زندگی و خدمات ملی کا اجمالی تعارف۔ یہ لکھا ہوا موجود ہے میں نے مولانا کے حالات پر
ایک کتاب بھی لکھی ہے جو ان مرحوم کے فرزند محمد وحید مولانا محمد سلیمان کی عدم توجہ کی بنا پر طبع سے آراستہ نہیں ہو سکی۔

۵۳۰ الکشاف عن مخطوطات خزائن الاوقاف صفحہ ۱۳۲۔

تالیف محمد اسد ملنس مطبوعہ مطبعہ العالی بغداد ۱۳۷۲/۱۹۵۳ منشورات مدیرہ الاوقاف العاقہ بغداد

۵۳۱ ایضاً۔ ص ۱۳۸، ۱۳۹۔

”سلسلہ مجددیہ کی ایک بڑی شاخ علامہ یہ سلسلہ کے نام سے عراق و شام عرب خصوصاً ترکی ممالک میں بہت زیادہ مقبول ہوئی اور ہے۔ نیز آپ کے ”مکاتیب طیبہ“ خود براہ راست ان ممالک میں بکثرت پڑھے گئے اور پڑھتے جاتے ہیں، جہاں کے باشندے فارسی زبان سمجھتے ہیں اور جو اس زبان سے ناواقف ہیں۔ ان تک آپ کے مکتوبات عربی اور اردو زبانوں میں پہنچائے گئے۔ غالباً روس کے رہنے والے قلم مراد جو مہاجر ہو کر بالآخر مکہ منظمہ میں رہ پڑے تھے، انہوں نے مکاتیب کا ترجمہ عربی میں کیا۔ اور مصری ٹائپ میں چھپ کر سارے عربی ممالک پھیل گیا۔ یہ خدا داد بات تھی کہ اس کے بعد حدیث و تفسیر میں جتنی اچھی کتابیں لکھی گئیں ان میں ایسی معتد بہ کتابیں مل سکتی ہیں، جن میں ”مکتوبات“ کے مضامین نقل کیے گئے ہیں خصوصاً معاصر جدید کی مشہور تفسیر ”روح المعانی“ جو سلطان عبدالحمید خاں مرحوم خلیفہ ترکی کے عہد میں لکھی گئی، اس میں علامہ شہاب محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے گویا اس کا التزام کر رکھا ہے۔ کہ جہاں بھی ذکر کا موقع پیش آئے، وہاں ”قال الجہود الفاروقی رحمۃ اللہ علیہ“ کے نام سے وہ آپ کے خاص خاص نظریات اور جدید تعبیرات کو پیش کرتے ہیں اور بڑے افتخار و ناز سے پیش کرتے ہیں، اہم مسائل کے تفسیر میں سند کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

پھر اردو تراجم کا سلسلہ شروع ہوا۔ اردو ترجمہ پیش کرنے کی ایک کوشش مولوی محمد حسین ابن مولوی تھاکر بخش ساکن احمد آباد ضلع جلم نے کی، اس ترجمے کا پہلا حصہ ”الطاف رحمانی ترجمہ اردو مکتوبات امام ربانی“ کے نام سے مولوی امام الدین تاجر کتب لاؤنڈری نے ۱۳۳۲ھ میں طبع کیا، جو صرف پہلے میں مکتوبات کا ترجمہ ہے۔ اس کے اگلے حصے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے۔

مولوی عبدالرحیم نائب مدیر اخبار ویل امرت سر نے مکتوبات کے ترجمے کا کام شروع کیا تھا، پہلا حصہ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ کے نام لکھے گئے مکتوبات کو چھوڑ کر آگے کے ۱۰ مکتوبات کے ترجمہ اور تشریح حواشی پر مشتمل تھا، جو روز بازار اشیم پریس امرت سر میں ۱۳۳۲ھ میں طبع ہوا مگر یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ ”گنجینہ انوار رحمانی اردو ترجمہ مکتوبات امام ربانی“ کے نام سے ابتدائی چالیس مکتوبات کا ترجمہ اسلامی دکان کشمیری بازار لاہور نے ۱۳۳۳ھ میں چھاپا تھا۔ مگر یہ کام بھی ہمیں تک نہ گیا۔

۱۳۳۳ھ مضمون ”ہزارہ دوم“ الف ثانی کا تجدیدی کارنامہ“ مشمولہ تذکرہ مجدد الف ثانی مرتبہ محمد منظور نعمانی مطبوعہ کتب

مکتوبات شریف کا اردو ترجمہ پیش کرنے کی سعادت مولانا عالم دین نقشبندی مجددی کے حصے میں آئی۔ ان کے مترجمہ مکتوبات اللہ دوائے کی قومی دکان لاہور سے دوبار شائع ہو کر نایاب ہو چکے ہیں۔

کئی حضرات نے مکتوبات قدسیہ کے فارسی اردو انتخاب اور خلاصے شائع کیے۔ اس انداز کا سب سے اچھا کام شاہ ہدایت علی نقشبندی مجددی مرحوم (متوفی ۱۳۶۰ھ) کا ہے۔ انہوں نے ”در لٹ نانی“ کے نام سے مکمل مکتوبات کی اردو تلخیص کی جسے ”اعلیٰ کتاب خانہ“ کراچی نے ”انتخاب مکتوبات“ کے نام سے ۱۹۶۱ء میں دوبارہ شائع کیا۔ غرض کہ علماء اور صوفیہ نے مکتوبات پر بہت زیادہ کام کیا ہے۔

مکتوبات کی ایک غیر مطبوعہ فارسی شرح ”ضیاء المقدمات فی توضیح المکتوبات“ درود جملہ از مولوی ضیاء الدین اچکزی (متوفی شصت سال قبل) شارح کے فرزند مولوی محمد ساکن قصبہ نوزاد ضلع قندھار کے پاس محفوظ ہے۔ مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۵۸ھ) تاجر کتب دارہ لاہور کے ذاتی کتب خانے میں، دو ایسی کتابیں ہیں جن میں دیکھی تھیں، جن میں مکتوبات قدسی آیات کی روایات کی تخریج کی گئی ہے۔ ان دو میں سے ایک کا نام ”تشنید البانی فی تخریج احادیث مکتوبات امام ربانی“ مانتے میں محفوظ رہ گیا ہے۔ باقی ہر ایسی مزید کام کی ضرورت ہے۔ حضرت شیخ مجدد کے کثرت اور متشابہ کلام پر اعتراضات کے سلسلے میں خاص طور پر تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔ اس موضوع پر نقشبندی بزرگوں نے اگرچہ بہت کچھ لکھا ہے مگر تحقیق سے زیادہ عقیدت سے کام لیا گیا ہے۔ عزیز ی محرابال مجددی سلمہ اللہ مکتوب الیم حضرات کے حالات زندگی جمع کرنے میں مصروف ہیں۔ خدا کرے کہ وہ جلد از جلد اپنی اس تحقیقی کتاب کو منظر عام پر لائیں۔

۳۳۰ مکتوب حاجی عبدالغنی قندھاری بنام راقم المحروف۔

۳۳۱ مولانا شمس الدین نور اللہ مرقہ کو حضرت شیخ مجددہ دس سرہ کی تعلیمات سے عشق تھا۔ انہوں نے تصوف اور بالخصوص سلسلہ مجددیہ کی نادر و نایاب کتابوں کو بڑے شوق سے جمع کیا تھا۔ اگر مولانا اس وقت زندہ ہوتے تو میں ان کے کتب خانے سے کما حقہ فائدہ اٹھاتا۔ دو کتب حصہ آیت فی بطون الفقائر۔

۳۳۵ چند مکتوبات کی بعض عبارتوں پر اعتراضات کے سلسلے میں تذکرہ نگاروں نے جو کچھ لکھا ہے اس کی ناکافی سمجھ کر براہ راست مقررین کی کتب کو دیکھنے کی کوشش کی۔ معارج الولاہیت (دلی)، مخزنہ دانش گاہ پنجاب نسخہ ذخیرہ آذر ورق ۵۸۶ ب، بعد میں معاندانہ اور گستاخانہ انداز میں جو کچھ جمع کیا گیا ہے، وہ دیکھا۔ اور فرست حکومت کتب خانہ آصفیہ کے ذریعے سید محمد بزرگ نجی اور ابو علی حسن بن علی علی کی کے رسائل کے بے جودہ مضامین سے آگاہی حاصل کی تو اندازہ ہوا کہ اس موضوع پر سیکڑوں صفحات لکھنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ مقدس مان مباحث کی حوالہ کا تحمل نہیں ہو سکتا۔ توفیق ایزدی شامل حال رہی تو اس موضوع پر کچھ لکھا جائے گا۔ اس موقع پر بزرگی

ان کے پیشکش خاصے کی چیز ہوگی۔ ان شاء اللہ۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے بڑی فراخ دلی سے اپنی بعض ابتدائی تحقیقات سے رجوع فرمایا ہے۔ مثلاً دفتر اقل حصہ سوم کے مکتوب ۲۰۹ میں مبداء و معاد کی ایک عبارت سے رجوع کا اعلان کیا ہے۔ اسی طرح اور مکاتیب میں بھی بعض کشفی تحقیقات سے رجوع فرمایا ہے۔ ان رجوع نمودہ عبارات کی نشان دہی کی ضرورت ہے۔ اور بعض کشفی مشاہدات آخر عمر میں ابتدائی مشاہدات سے قدرے مختلف یا واضح ہو گئے ہیں، اس پر بھی کام ہونا ضروری ہے اور یہ تبدیلی خیالات ان کے مدارج عالیہ میں ہر دم عروج و ترقی کی بنا پر ہے۔

۱۔ تحریرات کی حقیقت واضح کرنے کے لیے فہرست مذکور میں درج، بعض رسالہ کی ایک عبارت نقل کی جاتی ہے:-

”در سال یک ہزار و نو دوسہ ہجری در شہر جمادی الاخر از ہندوستان . . . خیالات شیخ

احمد سرہندی بطور استفتاء و دیار عرب رسید کہ او دعوی رسالت کردہ اسمت“ دفترست شیخ

بعض کتب نفیہ تلبیہ حصہ دوم غرض نہ کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی۔ مطبوعہ دارالطباع سرکار عالی

حیدرآباد ۱۳۵۵ھ ص ۳۶۳، ۳۶۴

نورط ۱۔ یہ فہرست فارسی میں لکھی گئی ہے۔

بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ برزنجی کے رسالے کا رد علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے ”الکلام النبی فی ایرو البرزنجی“ کے نام سے لکھا تھا۔ برزنجی نے ایک نہیں دس رسالے لکھے تھے۔ اور یہ علامہ کی وفات کے بعد لکھے گئے۔ برزنجی کے آخری دو رسائل ۱۰۹۳ھ میں معرض تسوید میں آئے اور علامہ ۱۱۷۶ھ میں وفات پا چکے تھے۔

حضرت شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ مجدد سے عارضی طور پر کچھ اختلافات پیدا ہو گئے تھے جو جلد ہی رفع ہو گئے۔ اس پر بھی مفصل گفتگو کی ضرورت ہے اس لیے کہ بعد متجددین شیخ عبدالحقؒ کے عقیدت مند نہ ہونے کے باوجود اس مخلصانہ اور براہ راست اختلاف کو ”خلو“ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ شیخ اور مجدد صاحب ہم عقیدہ پیرو بھائی تھے۔ اس مقام پر یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب نے ”حیات شیخ عبدالحق“ میں شیخ کا وہ رسالہ جس میں مجدد صاحب پر عقیدہ کی گئی ہے۔ مدارج الولاہیت سے لے کر شامل کیا ہے۔ اس کا متن مجددؒ ہی ہے۔ محققین کو شیخ عبدالحق کا وہ رسالہ تلاش کرنا چاہیے جو الفاظ سے پاک ہو۔

۱۳۶۵ھ رجوع کی قوت صرف غلیم انسانوں میں ہوتی ہے۔ چھوٹے آدمی رجوع کو کسر شان سمجھتے ہیں۔ حضرت

اردو ترجمے کی ضرورت

حضرت مولانا محمد مرحوم کے محشی مکتوبات کی اشاعت ثانی سے عربی اور فارسی کے ماہرین کے ذوق کی تسکین کا سامان تو ہو گیا ہے۔ مگر اردو ترجمے کی نایابی کی بنا پر فارسی سے ناواقف لوگ حضرت امام ربانی کے فیوض و برکات علیہ اور معارف لدنیہ سے بہرہ یاب ہونے سے محروم ہیں۔

اکبری و قدس کی پیدا کردہ بد اعتقادیوں اور بد اعمالیوں اور ہمارے زمانے کے دینی اور اعتقادی فتنوں میں زیادہ ممانعت نہ پائی جاتی ہے۔ اس زمانے کے ”المصوفین دین“ ”اکبری و قدس“ کے ”المصوفین دین“ کے زاربا اور خوش چین ہیں۔ اُس وقت اگر تارکب تقلید لامبارک اور اس کے ملحد و زندیق بیٹے ابوالفضل اور فیضی دینی اسلام کی بنیادیں کھوکھلی کرنے میں مصروف تھے تو آج ان کے شاگردان رشیہ دین کے نام پر دین میں تحریفات کرنے میں کوشاں ہیں۔ مشر غلام احمد پرویز، ڈاکٹر فضل الرحمن اور کانگریسی ملاؤں کے مدد و مربی مشر مسعود سابق ناظم محکمہ اوقاف کی مکروہ تحریروں اور کانڈالیوں سے اہل حق کے دل مجروح ہیں اور اسی قبیل کے مصوم دین کا ایک بہت بڑا گروہ پیدا ہو چکا ہے۔ شیخ محمد اکرام جو سرسید کے مکتبہ فکر سے متعلق ہیں، نے بھی اپنی کتابوں کے ذریعہ اہل حق کو بدنام کرنے کی پوری پوری سعی کی ہے۔

گر بیگوئم شرح ایس بیحد شہود

مکتوبات قدسی آیات میں ہر دور اور ہر ملک کے مسلمانوں کے ہر طبقے کے لیے تعلیمات و ہدایات موجود ہیں جس دور میں یہ لکھے گئے تھے وہ چونکہ ہمارے دور سے بہت زیادہ ملتا جلتا ہے۔ اس لیے ان میں خاص طور پر ہمارے لیے فوڑ و فلاح کی تعلیم موجود ہے۔ اس بے دینی و اتحاد کے دور میں جب کہ بد اعتقاد لوگ گمراہ کن لٹریچر بہ کثرت پھیلا چکے اور پھیلا رہے ہیں۔ مجدد اعظم کی تحریریں بلاشبہ تریاق کا حکم شیخ مجدد کا رجوع کرنا بھیجیے کے مگر لینے سے زیادہ ہمت کا کام ہے۔

۳۷۔ ”لعمرو للہ“ کی جمع ہے جس کے معنی ڈاکو اور چور کے ہیں۔ مجدد صاحب فرماتے ہیں۔ طلب علمان بے باک و آزاد خیال علماء از ہر فرقہ و کراشتند لعمرو دین اند“۔ اجتناب از محبت ایس ہائیز از ضروریات حق است“۔ (دفعہ اول مکتوب ۲۱۲) بد دینوں سے اجتناب کرنے والوں کو تنگ نظر کہنے والے حضرت شیخ مجدد کے اس ارشاد پر غور کریں۔

۳۸۔ ان ہی لوگوں میں سے ایک پروفیسر محمد حبیب ہیں جو ہندوستان میں ان کی نیابت کا حق ادا کر رہے ہیں۔

رکھتی ہیں۔

مقام مد شکر ہے کہ ہمارے فاضل دوست حضرت مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مجددی زید علیہ و
مجدد نے فارسی سے ناواقف لوگوں کو حضرت شیخ مجدد کی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لیے مکمل مکتوبات
شریعت کا ترجمہ کرنے کی طرف توجہ مبذول کی ہے۔

فاضل مترجم نے حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۷۲ھ) ساکن حضرت کیلیا ناولہ
خیلیہ ارشد شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرق پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۲۲۸ھ) سے
روحانی فیض پایا ہے۔ ظاہری علوم کے بھی ماہر ہیں۔ دارالعلوم نعمانیہ لاہور میں صدر مدرس رہ چکے ہیں۔ چھ
سات سال سے دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں صدر مدرس کے منصب پر فائز ہیں۔ اولیاء کرام کی ان پر
خصوصی توجہ ہے۔ کئی برس تک مسجد شاہ محمد غوث قادری لاہوری قدس سرہ میں خطابت کے فرائض سرانجام
دیتے رہے ہیں۔ اب حضرت داماد گنج بخش رضی اللہ عنہ کی مسجد مبارک میں امامت و خطابت کے فرائض اہم
وجہ انجام دے رہے ہیں۔

سلسلہ نقشبندیہ سے انہیں والہانہ عقیدت ہے۔ تعلیمات صوفیہ علیہ بالخصوص افادات مجددیہ
کی شاعت میں کوشاں رہتے ہیں۔ مولانا نور احمد کے محشی مکتوبات دوبارہ ان ہی کی تحریک و مساعی سے نور
طباعت سے آراستہ ہوئے ہیں۔ انہوں نے بڑی محنت و جانفشانی سے ان کی کاپیاں اور پروف پڑھے اور
پلیٹیں بھی دیکھیں۔ حضرت امام غزالی قدس سرہ کی تصانیف ہدایۃ العبادۃ اور منہاج العابدین کے
انہوں نے ترجمے کیے ہیں، جو طبع ہو کر شائع ہو چکے ہیں۔ ان کا قابل ذکر ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ جناب ملک
حسن علی صاحب جامی کی کتاب ”تعلیمات مجددیہ“ کے جواب میں ”مسک امام ربانی“ لکھی جو بے حد
مقبول ہوئی۔ دو ہزار کا ایڈیشن چند مہینوں میں ختم ہو گیا۔ اب یہ کتاب دوبارہ مع اضافات کے آرہی ہے۔
جناب فاضل مترجم کی علمی کاوشوں اور روحانی نسبتوں کے ذکر کی ضرورت یوں محسوس کی گئی کہ قانونین
کرام کو اطمینان ہو جائے کہ مترجم حضرت امام ربانی اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے قوی نسبت رکھنے کی
وجہ سے کلام مجدد کو سمجھنے کی استعداد رکھتے ہیں۔ ایسی کتابوں کا ترجمہ کرنے کے لیے علم اور نسبت دونوں
کی ضرورت ہوتی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ جناب مترجم ان دونوں نعمتوں سے سرفراز ہیں۔

اس مفید و قیم کتاب کی طباعت کے لیے بھی کسی بہت اچھے ادارے کی ضرورت تھی۔ یہ فضل ایزدی

۱۳۱۱ھ ملک صاحب مسکن خیر مقلد ہیں۔ انہوں نے مجدد صاحب کے نام پر علامہ ابن تیمیہ کا پروپیگنڈا کرنے

کے لیے ”تعلیمات مجددیہ“ لکھی ہے۔

یہ مسئلہ بھی از خود حل ہو گیا۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی جو بہترین کتابوں کو خوبصورتی اور زلفاست سے چھاپنے میں گوٹے سبقت لے گئی ہے، کے مالک محترم حکیم محمد تقی صاحب اشرفی اس کو بہ صد ذوق و شوق چھاپ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جناب مہترم کی یہ کوشش مقبولیت و دوام کا درجہ حاصل کرے اور قارئین کو عمل کی توفیق ملے۔ جناب ناشر بھی جزائے خیر سے فوارے جانیں۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم۔

یہاں عزیز می محمد اقبال مجددی سلمہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ آں عزیز نے کئی نایاب کتابیں اپنے کتب خانے سے لا کر مجھے دیں۔ اور بعض حوالے تلاش کرنے میں میری مدد کی۔ جزاء اللہ خیر الجزاء۔

محمد موسیٰ عفی عنہ

لاہور

حکم محترم المحرم ۱۳۹۰ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین، اضعاف
ما حمدہ، جمیع خلقہ کما یحب
ربنا ویرضی، والصلوة والسلام
علیٰ من ارسلہ رحمۃ للعالمین،
کلما ذکرہ الذاکرین وکلما غفل
عن ذکرہ الغافلون کما ینبغی لہ
ویحییٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ البررة
التقی والتقی۔

تمام تعریفیں اشد رب العالمین کے لیے ان تمام
تعریفوں سے وگنی جو اس کی سب مخلوق نے کی ہیں، ایسی
تعریفیں جو ہمارے رب تعالیٰ کو پسند اور محبوب ہیں
اور درود و سلام اس مہتوی پر جسے اس نے رحمتہ للعالمین
بنا کر بھیجا جب تک ذکر کرنے والے اس کے ذکر میں
مصرف رہیں اور جب تک غافل لوگ اس کے ذکر سے
غافل رہیں۔ ایسا درود و سلام جو آپ کی ذات کے
لائق و مناسب ہے۔ اور آپ کی آل و اصحاب پر جو
نیک اور تقی اور پاک ہیں۔

حد و صلوة کے بعد واضح ہو کہ یہ حضرت امام ربانی کے مکتوبات قدسی آیات کا دفتر اول ہے۔ وہ امام بانی
جو محققین کے غوث، عارفین کے قطب، ولایت محمدیہ کی برہان، شریعت مصطفویٰ کی دلیل و حجت، اسلام اور
مسلمانوں کے شیخ ہیں۔ یعنی ہمارے شیخ، ادا امام الشیخ احمد فاروقی نقشبندی اشد تعالیٰ آپ کو
سلامت اور قائم رکھے جسے یہ تحفہ قلیل البضاعة اس درگاہ کے خاک نشینوں میں سے کترین خاک نشین یا محمد
جدید بخش طالقانی جمع کر کے اس امید پر احاطہ تحریر میں لایا کہ اس سے طالبان حق جل و علا کو نفع پہنچے۔ اشد
سبحانہ و تعالیٰ سے حفاظت اور ترفیق کی درخواست ہے۔

مکتوب اول

ان حالات کے بیان میں جو اسم مبارک الظاہر سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور توحید کی قسم نام کے ظہور اور ان عروجات کے بیان میں جو محمد (عرش) سے اوپر واقع ہوئے۔ اور بہشت کے درجہ کے انکشاف اور بعض اہل اللہ کے مراتب کے ظہور کے بیان میں اپنے پیروں کو دکھا جو بزرگ کامل کامل کرنے والے درجہات ولایت تک پہنچانے والے اس طریقے کی ہدایت کرنے والے ہیں میں ابتداء اتمام میں دو جہ ہے پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ و امام شیخ محمد باقی نقشبندی احواری قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس۔ اور اللہ انہیں ان کی آرزو کے اقصیٰ مقام تک پہنچائے۔

عرضداشت۔ کترینہ بندگان احمد حضور کی خدمت میں عرض اور حسب حکم ہمارا گستاخی کرتا ہے اور اپنے احوال پریشان بیان کرتا ہے کہ دوران راہ وہ ذات اسم الظاہر میں اس قدر تجلی ہوئی کہ خاص خاص تجلی میں علیحدہ علیحدہ ظہور فرمایا۔ خصوصاً عورتوں کے لباس میں بلکان کے الگ الگ اجزاء میں ظہور فرمایا۔ اور اس وقت میں اس گروہ مستورات کا اس قدر مطیع و منقاد ہوا کہ کیا عرض کروں۔ اور میں اس انقیاد اطاعت میں بے اختیار تھا۔ وہ ظہور جو عورتوں کے لباس میں ہوا وہ کسی اور جگہ نہیں تھا۔ خصوصاً لطافت اور حسن و جمال کے عجیب و غریب نظارے جو اس لباس میں ظاہر ہوئے کسی اور ظہور میں ظاہر نہ ہوئے۔ میں ان کے آگے اپنے آپ کو پانی کی طرح گھٹلا ہوا محسوس کرتا تھا۔ اسی طرح کھانے اور پینے کی ہر چیز میں علیحدہ علیحدہ ظہور ہوا۔ وہ لطافت اور حسن جو لذیذ اور پر تکلف کھانے میں تھی اس کے ماسوا میں نہ تھی۔ اور میٹھے پانی اور غیر میٹھے پانی میں بھی ایسا ہی فرق تھا۔ بلکہ ہر لذیذ اور شیریں چیز میں اپنے اپنے درجہات کے مطابق خصوصی کمال کا ظہور تھا۔ اس تجلی کی خصوصیات کو تحریر میں نہیں لاسکتا۔ اور اگر حاضر خدمت ہوتا تو شاید عرض کرتا۔ لیکن ان تجلیات کے دوران رفیق اعلیٰ (محبوب حقیقی) کی آرزو رکھتا تھا۔ اور ان تجلیات کی طرف اپنی وسعت کے مطابق توجہ نہیں کرتا تھا۔ لیکن غلبہ حال کی وجہ سے کوئی چارہ نہیں پاتا تھا۔ اس اثناء میں معلوم ہوا کہ یہ تجلی خدا تعالیٰ کی نسبت تمیزی سے کوئی مخالفت نہیں رکھتی۔ اور یہ کہ باطن اسی طرح اس نسبت تمیزی کا گرفتار ہے۔ ظاہر کی طرف بالکل متوجہ نہیں۔ اور میرے ظاہر کو بھی جو اس نسبت سے خالی اور معطل تھا اس تجلی سے شرف فرمایا۔ میں نے بالیقین ایسا پایا کہ باطن بالکل نظری میں مبتلا نہیں ہے۔ بلکہ تمام معلومات اور ظہورات

سے اعراض کیے ہوئے ہے۔ اور ظاہر جو کثرت اور دوئی کی طرف متوجہ تھا وہ بھی ان تجلیات سے بہرہ ور ہوا ہے۔ کچھ وقت کے بعد یہ تجلیات تھا اور پوشیدگی میں چلی گئیں۔ اور وہی حیرت زدہ دانی کی حالت قائم اور موجود رہی۔ اور وہ تجلیات اس طرح معدوم ہو گئیں گویا وہ کبھی مذکور بھی نہیں ہوئی تھیں۔ اس کے بعد ایک خاص فنا رونما ہوئی۔ اور غالب گمان ہے کہ وہ یقین علی جو تین کے عود کرنے کے بعد پیدا ہوا وہ اس فنا میں گم ہو گیا۔ اور نفسانیت و انانیت کے گمان کا کچھ اثر باقی نہ رہا۔ اس وقت اسلام کے نشانات ظاہر ہونا اور شرک خفی کے نشانات مٹنا شروع ہوئے۔ اسی طرح اپنے اعمال کی کوتاہی اور اپنی کمیتوں اور نیالائت کو لائق ملامت جاننے کا احساس شدت سے ظاہر ہوا۔ بالکل کچھ نشانات عبودیت اور نیستی کے پھر ظاہر رونما ہوئے۔ خدا سبحانہ و تعالیٰ آپ کی توجہ کی برکت سے بندگی کی حقیقت تک پہنچائے۔

عرش پر بیت سے درجات واقع ہوئے:

مرتبہ اول: مسافت طے کرنے کے بعد جب عرش پر پہنچا تو یہ ایسا عروج تھا جہاں دارِ غلہ (جنت) نیچے محسوس ہوتی تھی۔ اس دوران دل میں آیا کہ اس جگہ بعض لوگوں کے مقامات دیکھوں۔ جب اس طرف متوجہ ہوا تو ان کے مقامات نظر پڑے اور ان اشخاص کو بھی ان کے تفاوت درجات کے مطابق ان مقامات میں پایا۔

مرتبہ دوم: پھر ایک اور عروج واقع ہوا۔ جس میں مشائخ عظام، ائمہ اہل بیت، غلہ دارین کے مقامات اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام خاص اسی طرح اپنے مقامات کے مطابق تمام باقی انبیاء و رسل اور فرشتوں کے بلند ترین گروہ کے مقامات عرش سے اوپر مشہور ہوئے۔ اور عرش سے اوپر اس مقلد میں عروج واقع ہوا کہ مرکز خاک سے عرش تک یا اس سے کچھ نیچے۔ اور حضرت خواجه نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کے مقام تک منتہی ہوا۔ اور اس مقام سے اوپر کچھ مشائخ تھے بلکہ اسی مقام میں یا خدا اور جیسے شیخ معروف کخی، اور شیخ ابوسعید خرازی، اور باقی کچھ مشائخ کے مقامات کچھ نیچے اور بعض وہی مقامات رکھتے تھے۔ نیچے قریش علاؤ الدولہ اور شیخ نجم الدین گبرنی جیسے مشائخ تھے اور ان سے اوپر ائمہ اہل بیت تھے اور ان سے اوپر غلہ دارین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور باقی انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام سے الگ ایک طرف تھے۔ اسی طرح بلند ترین گروہ ملائکہ کے مقامات بھی علیحدہ ایک طرف کو تھے، علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔ لیکن حضور سرور کائنات علیہ السلام کے مقام کو سب فوقیت اور سرداری حاصل تھی۔ واللہ سبحانہ علم جہات حق الامور کا کھلا (اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کے متعلق کو بہتر جانتا ہے)۔

اور میں جب بھی چاہتا ہوں عروج واقع ہو جاتا ہے۔ اور بعض اوقات چاہنے کے بغیر بھی واقع ہوتا ہے۔ اور بعض دوسری چیزیں بھی دکھائی جاتی ہیں اور بعض عروجوں پر اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔ اور بہت سی باتیں بھول جاتی ہیں اور میں بہت کوشش کرتا ہوں کہ بعض حالات لکھوں اور کوشش کرتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں عرضداشت کے وقت یاد آئیں، لیکن یاد نہیں آتے۔ اس لیے کہ یہ بات خفیہ محسوس ہوتی ہے۔ یہ تو استغفار کا موقع ہے، کچھ لکھنے کا نہیں۔ اس عریضہ کی تقریر کے دوران بعض باتیں یاد آئیں، آخر حافط نے وفاتہ کی اور کچھ نہ لکھ سکا۔ زیادہ گستاخی کی جوأت نہیں۔

مقام اسم علی کا حال بہتر ہے۔ استہلاک و استغراق کا غلبہ ہے اور تمام مقامات جذبہ سے اوپر قدم رکھ چکا ہے۔ پہلے صفات کو اصل دیکھتا تھا اب باوجود صفات کے اپنے سے جدا دیکھتا ہے اور اپنے کو خالی محسوس پاتا ہے۔ بلکہ وہ نور جس سے صفات قائم ہیں اسے اپنے سے جدا دیکھتا ہے اور خود کو اس نور سے الگ ایک طرف پاتا ہے۔ دوسرے دوستوں کے حالات بھی روز بروز بہتر ہو رہے ہیں۔ دوسری عرضداشت میں ان شاء اللہ تعالیٰ تفصیل سے عرض کیا جائے گا۔

مکتوب نمبر (۲)

تقریروں کے حصول اور عنایات خداوندی جل سلفانہ پر فخر کرنے کے بیان میں۔
یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار قدس سرہ کو لکھا۔

عرضداشت۔ کستری بندگان احمد بلند بارگاہ کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔ ماہ رمضان مبارک کے متصل استخارہ کا حکم مولانا شاہ محمد نے پہنچایا۔ ماہ رمضان تک اتنی فرصت نہ مل سکی کہ اپنے آپ کو ستانہ بوسی کے شرف سے مشرف کر سکتا۔ لاپچارا اس مدت کے گزر جانے سے اپنے آپ کو تنہا دی۔ آپ کی بلند توجہات کی برکت سے مسلسل اور متواتر جو عنایات خداوندی اس ناچیز پر فائز اور وارد ہو رہی ہیں ان کے متعلق کیا عرض کرے۔

من آں خاکم کہ ابرو ز باری کند از لطف بر من قطرہ باری
اگر بر روید از حق صد زبانم چو سبزہ مشک لطفش کے قزاقم

میں وہ خاک ہوں کہ موسم بہار کا بادل اپنے لطف و کرم سے مجھ پر برس رہا ہے۔ بہرے کی طرح میرے جسم پر اگر سوز بانیں بھی آگ آئیں پھر بھی میں اس کی مرہانیوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔

اگرچہ اس قسم کے حالات کا اظہار گستاخی کا وہم ڈالتا ہے، اور اس سے فخر و بامات کا احساس ہوتا ہے۔

مرلے چوں شاہ مرا برداشت از خاک سزد و گم بگذرانم سر ز افلاک

لیکن جب شاہ مجھے خاک سے اوپر اٹھائے تو لائق ہے کہ میں اپنا سر افلاک سے بھی اوپر لے جاؤں۔ عالم محمود بقا کی ابتداء و آخر ماہ ربیع الآخر سے شروع ہے اور اس وقت تک بقا خاص سے ہر لمحہ مشرف کر رہے ہیں۔ حضرت شیخ محی الدین قدس سرہ کی تجلی ذاتی کی ابتداء ہو چکی ہے۔ مجھے صحیحین لاتے ہیں اور پھر سرسکری طرف لے جاتے ہیں۔ اور اس عروج و نزول میں علوم غریبہ اور معارف عجیبہ فائض کر رہے ہیں۔ اور ہر مرتبہ میں خاص احسان و شہود سے مجلس مقام بقا کے مناسب ہے مشرف کر رہے ہیں۔ ماہ رمضان مبارک کی چھ تہائیں کو ایک ایسے بقا اور احسان سے مشرف فرمایا گیا ہے جس کے متعلق بندہ کیا عرض کرے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت استعلا و اسی مقام تک تھی۔ اور وہ وصل جو اس مقام کے مناسب تھا اس سے بھی مشرف فرمایا گیا۔ جذبہ کی جہت اب تمام ہو چکی ہے اور میر فی اللہ جو اس مقام جذبہ کے مناسب ہے، اس کے آغاز کا وقوع ہو چکا ہے۔ جس قدر فنا اکمل ہوگی اس پر بعت بھی ویسی ہی مرتب ہوگی۔ اور جس قدر بقا اکمل ہوگی حالت صحیح بھی زیادہ حاصل ہوگی۔ اور جس قدر حالت صحیح زیادہ ہوگی، اسی قدر علوم کا افاضہ بھی شریعت غرا کے مطابق زیادہ ہوگا۔ کیونکہ کامل صحوایا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے۔ اور وہ علوم جو ان سے صادر ہوتے ہیں وہ سراسر شریعت اور عقائد ہیں، جو ذات و صفات کے بیان میں ہیں۔ اور ان علوم کے ظاہر کی مخالفت بقیہ سکے سے واقع ہوتی ہے۔ اس وقت جو معارف اس کمینہ پر فائض و وارد ہوتے ہیں اکثر معارف شریعہ پر مشتمل ہیں۔ اور ان میں انہی کا بیان ہے اور علم استدلالی کشفی اور بدیہی اور عمل مفصل ہو جاتا ہے۔ ح

گر بگوئم شرح این بید شود

یعنی اگر ان کی شرح کی جائے تو بے حد ہو جائے۔ میں ڈرتا ہوں کہ مبادا معاملہ گستاخی تک پہنچ جائے۔

بندہ باید کہ حد خود داند

بندے کو چاہیے کہ حد کے اندر رہے



مکتوب نمبر (۳)

بعض دوستوں کے مقام مخصوص میں بند ہو جانے اور بعض کے ترقی کر کے فلاحی مقامات تک پہنچنے کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار کو لکھا:

عرضداشت۔ جو دوست یہاں ہیں نیز وہ دوست جو وہاں ہیں ایک مقام میں محبوس و بند ہو چکے ہیں۔ ان کے ان مقامات سے نکلنے کا راستہ مشکل ہو چکا ہے۔ وہ قوت و قدرت جو اس مقام کے مناسب ہے بندہ اپنے اندر نہیں پاتا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کی توجہات عالیہ کی برکت سے ترقی عطا کرے۔ اس کمینہ کے خوشیوں میں سے ایک شخص اس مقام سے گزر چکا ہے اور تجلیات ذاتی کی ابتداء تک پہنچ گیا ہے۔ اس کا حال بہت اچھا ہے۔ اس حقیر کے قدم پر قدم رکھ رہا ہے۔ دوسروں کے متعلق بھی پرامید ہے۔ وہاں کے کچھ دوست مغربین کے راستہ سے مناسبت نہیں رکھتے۔ ان کے موافق حال طریقہ ابراہیم نام جس قدر ان کو دولت یقین حاصل ہو چکی ہے وہی غنیمت ہے۔ اسی طریقہ پر ان کو مکمل فرمانا چاہیے۔ ہر کسے را بہر کار سے ساختہ مند

ہر ایک کو اس کے مناسب حال کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

ان کے نام ظاہر کرنے کی گستاخی نہیں کی۔ آپ سے وہ مخفی نہیں ہوں گے۔ زیادہ گستاخی کی جوت نہ کی۔ اس عرضداشت کی تحریر کے دن میر سید شاہ حسین نے اپنی مشغولی باطن میں یوں دیکھا گویا بڑے دروازہ تک پہنچ گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دروازہ حیرت ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اس دروازہ کے اندر نگاہ ڈالتا ہوں تو اندر آپ کو اور تجھے (حضرت مجدد قدس سرہ) کو دیکھتا ہوں۔ ہر چند کہ شمس کرتا ہوں کہ اندر قدم رکھوں لیکن پاؤں میری موافقت نہیں کرتے۔

مکتوب نمبر (۴)

عظیم القدر و مبارک رمضان شریف کے فضائل اور حقیقت محمدیہ علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں — یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

خیر ترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ ایک مدت سے بذریعہ خط مبارک اُس بلند آستانہ کے غادر

کے متعلق بندہ کچھ اطلاع اور واقفیت نہیں رکھتا۔ ہر وقت منتظر ہے۔

ماہ رمضان مبارک کی آمد آمد ہے۔ اس ماہ مبارک کی قرآن مجید کے ساتھ جو تمام کمالات ذاتی اور شیونی کا جامع ہے اور دائرہ اصل میں اس طرح داخل ہے کہ ذرہ برابر خلقت اس کی طرف راہ نہیں پاسکتی۔ اور حقیقت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کا نفل اول ہے، مکمل مناسبت رکھتا ہے۔ اسی مناسبت کی بنا پر اس مقدس کتاب کا نزول اس ماہ مبارک میں واقع ہوا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ
الْقُرْآنُ
رمضان المبارک دہ مہینہ ہے کہ اس میں قرآن
حکیم کا نزول ہوا۔

اس بات کا مصداق ہے۔ اور اسی مناسبت کی وجہ سے یہ مہینہ تمام خیرات و برکات کا جامع ہے۔ ہر طرح کی خیر و برکت تمام سال میں جس کسی کو پہنچتی ہے جس راہ سے بھی پہنچتی ہے، اس عظیم القدر ماہ مبارک کی بے نہایت برکات کا ایک قطرہ ہے۔ اگر اس ماہ مبارک میں جمعیت نصیب رہی تو سارا سال جمعیت حاصل رہے گی۔ اور اگر اس ماہ مبارک میں پرانگی رہی تو سارا سال پرانگی چھپا نہیں چھوڑے گی۔ تو کتنا مبارک ہے وہ شخص جس کے پاس یہ مہینہ آیا اور اس سے راضی اور خوش گیا۔ اور خرابی ہے اس شخص کے لیے جس سے یہ مہینہ ناراض گیا اور اس کی برکات و خیرات سے محروم رہا۔ اور اس ماہ مبارک میں قرآن مجید کے ختم کی سنت بھی اسی تعلق کی بنا پر معلوم ہوتی ہے تاکہ تمام اصلی کمالات اور نفل برکات میسر ہوں۔ تو جس نے ان دونوں کو جمع کر لیا امید ہے کہ وہ اس کی برکات سے محروم نہیں رہے گا اور اس کی خیرات سے روکا نہیں جائے گا۔ وہ برکات جو اس مبارک مہینہ کے ایام سے متعلق ہیں اور ہیں، اور وہ خیرات جو اس کی راتوں سے وابستہ ہیں کچھ اور ہیں۔ اسی راز کے باعث شاید یہ بات ہے کہ جلدی روزہ افطار کرنے کا حکم ہے اور سحری میں تاخیر کرنے کے متعلق وارد ہوا ہے۔ تاکہ دن رات کے دونوں وقتوں کے اجزاء میں امتیاز و فرق حاصل ہو۔ قابلیت اولیٰ جس کا اوپر ذکر ہوا اور حقیقت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تسلیمات کہ اس سے عبارت ہے وہ قابلیت ثانیہ نہیں جو صفات سے متصف ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے۔ بلکہ عز سلطانیہ کی ذات کی قابلیت مراد ہے جو اعتبار علمی کے ساتھ ملحوظ ہے اور جو تمام کمالات ذاتی اور شیونی سے متعلق ہے یہی حقیقت قرآن مجید حاصل ہے۔ باقی رہی انصاف کی قابلیت جو غائز صفات سے تعلق رکھتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے درمیان برزخ اور پردہ ہے۔ یہ دوسرے انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی تسلیمات کی حقیقت ہے یہی قابلیت بعض اقبارات کے لحاظ سے جو اس میں پائے جاتے ہیں متعدد حقیقتوں کی شکل میں ظاہر ہے۔ حقیقت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی گو خلقت رکھتی ہے تاہم صفات کا رنگ اس سے آمیزش

نہیں رکھتا اور کوئی واسطہ درمیان میں مائل نہیں۔ اور محمدی المشرع جماعت کی تحقیق ذات عز شانہ کی قابلیت ہیں اعتبار علمی کے ساتھ جو بعض ان کمالات سے متعلق ہے۔ اور محمدی قابلیت ذات واجب تعالیٰ اور ان قابلیت متعددہ کے درمیان برزخ و پردہ ہے۔ اور ان ہمیشہ کا حکم اس واسطہ سے ہے کہ ان کا قدم خانہ صفات میں ہے اور بس۔ اور اس خانہ صفات کا نہایت عروج اس قابلیت تک ہے۔ تو ضروری طور پر اس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے۔ اور چونکہ یہ قابلیت انصاف ہرگز نہ تعلق نہیں ہو سکتی۔ تو ان بعض نے بھی یہ حکم لگا دیا کہ قابلیت محمدی علی منظر با الصلوٰۃ والسلام والحقہ ہمیشہ مائل رہتی ہے۔ ورنہ قابلیت محمدیہ کو علی منظر با الصلوٰۃ والسلام جو صرف ایک اعتبار ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات میں نظر سے ارتقاع ممکن ہے بلکہ اس کا وقوع بھی ہو چکا ہے۔ اور انصاف کی قابلیت بھی اگرچہ ایک اعتبار ہے۔ لیکن برزخیت کی وجہ سے صفات کا رنگ اختیار کر چکا ہے جو خارج میں زائد و وجود کے ساتھ موجود ہیں اور جن کا ارتقاع غیر ممکن ہو چکا ہے۔ لہذا ضروری طور پر یہ انصاف دائیاً بیچ میں مائل رہتا ہے۔

اس قسم کے علوم جن کا منشا اصالت اور ظلیت کی جامعیت ہے، بہت وارد اور فائز ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر کا غدر لکھ لیے جاتے ہیں۔ قطبیت کا مقام جو دقیق علوم کا فنا ہے ظلی مقام ہے اور فردیت کا مقام دائرۃ اصل کے معارف کے ورود کا واسطہ ہے۔ ان دو دولتوں (مقام قطبیت اور مقام فردیت) کے حصول کے بغیر ظن اور اصل کے درمیان فرق و امتیاز نہیں ہو سکتا۔ لہذا بعض مشائخ قابلیت اولیٰ کہ جسے تعین اول بھی کہتے ہیں ذات سے زائد نہیں مانتے۔ اور اس قابلیت کے شہود کو ہی ظنی ذاتی خیال کرتے ہیں۔ یہی ممکن حق بات وہی ہے جو میں نے بیان کی اور جس کی میں نے وساحت کر دی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ حق کو حق ظاہر کرتا ہے اور وہی سیدھے راستے کا ہادی ہے۔

جس رسالے کی تحریر کا بندہ کو حکم ہوا تھا اس کے مکمل کرنے کی توفیق میسر نہیں آئی اور جتنی لکھ چکا تھا اتنی ہی تحریرات پڑی ہیں۔ پتہ نہیں اس توقع میں خدا تعالیٰ جل سلطانہ کی کیا حکمت پوشیدہ ہے۔ زیادہ گستاخی ادب سے دور ہے۔

مکتوب نمبر (۵)

خواجہ برہان الدین کی سفارش کے سلسلہ میں جو آپ کے مخلصوں میں تھے اور کچھ دوسرے حالات کے بیان میں۔ یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

کترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ حضرت خواجگان (نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) کی طریقت

کے بارے میں لکھ کر ارسال خدمت کیا ہے آپ کی نظر مبارک سے گزرے گا۔ ابھی مسودہ ہے خواجہ برہان آپ کی طرف جلد ہی چل پڑے، نقل مسودہ کی فرصت نہ مل سکی۔ اس امر کا احتمال ہے بعض دوسرے علوم بھی اس سے لاحق کر دیے جائیں۔ ایک روز رسالہ سلسلۃ الاحزاب نظر سے گزرا اور اس کے مطالعہ میرے دل مست ہیں گزرا کہ حضرت کی خدمت میں عرض کروں آپ خود اس رسالہ کے علوم کے بارے میں کچھ تحریر فرمائیں یا اس فقیر کو حکم دیں، تاکہ بندہ اس سلسلہ میں کچھ لکھ سکے۔ یہ خیال کافی قوت پکڑ گیا تو اس کے ساتھ ہی اس مسودہ سے متعلق بعض مزید علوم کا فیضان و درود ہوا۔ بہر حال اس رسالہ کے بعض علوم کی وضاحت ہوسکی۔ اگر اس مسودہ کو تکمیل تصور کریں تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ اور اگر بعض مناسب کو منقوب کر کے اس رسالہ سے ملحق کر دیں تو یہ صورت بھی ٹھیک ہے۔ زیادہ جرأت ادب سے دور ہے۔ خواجہ برہان نے اس مدت میں خوب کام کیا ہے اور میسر ہی میسر سے جو مقام جذبہ سے تعلق رکھتی ہے اس سے بھی ان کو حصہ مل چکا ہے۔ صوبہ مالوہ میں معاش کے لحاظ سے ان کا وقت پرانگہ اور شوشہ ہو گیا ہے۔ بلازمت کے لیے حاضر ہو رہے ہیں۔ آپ جو حکم بھی فرمائیں گے مبارک ہوگا۔

مکتوب نمبر (۶)

ہذبہ اور سلوک کے حصول کے بیان میں، اور جمال و جلال دونوں صفوں کے ساتھ تربیت پانے اور فناء و بقا اور ان کے تعلقات اور نسبت تعین دینے کے فائق اور اعلیٰ ہونے کے بیان میں — یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

مکتوب غلام احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ مرشد علی الاطلاق (اللہ تعالیٰ) جل شانہ نے آپ کی توجہ کی برکت سے ہذبہ اور سلوک دونوں طرح پر (اس ناچیز کی) تربیت فرمائی ہے اور جمال و جلال دونوں صفوں کی تربیت کے ساتھ نوازا ہے۔ اب جمال عین جلال اور جلال عین جمال ہے۔ رسالہ قدسیہ (مصنفہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) کے بعض حواشی کی اس عبارت کو اپنے مفہوم صریح سے بدل دیا گیا ہے۔ اور ایک مہموم معنی پر حمل کر لیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ عبارت اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے، اس میں تاویل و انحراف کی گنجائش نہیں۔ اور اس تربیت کی علامت یہ ہے کہ مجھے محبت ذاتی سے متحقق کر دیا گیا ہے۔ محبت ذاتی کے ساتھ موصوف ہونے سے قبل اس کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ اور محبت ذاتی فنا کی علامت ہے۔ اور فنا ماسوی اللہ کو بھول جانے کا نام ہے۔ توجہ تک تمام علوم سینہ سے دور نہ ہو جائیں اور انسان جبل مطلق

سے موصوف نہ ہو جائے فنا سے حصہ نہیں پاسکتا۔ اور یہ حیرت اور جہل دائمی ہے اس کے رد والہ امکان نہیں۔ اور نہ یہ بات ہے کہ کبھی زائل ہو جائے اور حاصل ہو جائے۔ غایت درجہ یہ بات ہے کہ بقا سے پہلے محض جمالت ہوتی ہے اور بقا کے بعد جمالت اور علم و دروں جمع ہو جاتے ہیں۔ عین نادانی میں شعور ہوتا ہے اور عین حیرت میں شہود حاصل ہوا ہوتا ہے۔ اور یہ حق الیقین کا مقام ہے، جہاں علم اور عین ایک دوسرے کے لیے حجاب نہیں ہیں۔ اور وہ علم جو اس جمالت سے پہلے حاصل ہوا ہوتا ہے وہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے اگر علم سے قوا پنہ میں ہے۔ اگر شہود ہے تو وہ بھی اپنے اندر ہے۔ اور اگر حیرت یا حیرت ہے تو وہ بھی اپنے ہی اندر ہے۔ جب تک نظر باہر ہے بے نتیجہ ہے۔ اگرچہ اپنے اندر ہی نظر ہو ادھر ادھر سے نظر کو بالکل منقطع کرنا ضروری ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ) فرماتے ہیں کہ اہل اللہ فنا اور بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے اندر دیکھتے اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے اندر پہچانتے ہیں۔ ان کو اپنے وجود میں حیرت ہوتی ہے۔ اس سے بھی صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ شہود و معرفت اور حیرت یہ سب چیزیں صرف نفس میں ہیں، باہر کہیں بھی نہیں ہیں۔ جب تک ان تینوں سے باہر ہے چاہے اپنے اندر ہی ہو فنا سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا، تو بقا سے کیسے حصہ پاسکتا ہے۔ فنا اور بقا کا نہایت مرتبہ یہی ہے۔ اور یہ فنا مطلق ہے اور مطلق فنا عام ہے۔ بقا فنا کے انما زے کے مطابق ہوتی ہے۔ لہذا بعض اہل اللہ فنا اور بقا سے موصوف ہونے کے باوجود باہر کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں لیکن ان حضرات نقشبندیہ قدس سرہم کی نسبت تمام نسبتوں سے فائق ہے۔

نہر کہ آئینہ دار و سکندری داند نہر کہ سر نیزا شد قلندری داند

ہر آئینہ رکھنے والا سکندری کے اسرار و رموز سے واقف نہیں ہوتا۔ اور نہ ہر سر نیزا شد والا قلندری ہی جانتا ہے۔

جب اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اکابر میں سے صدیوں کے بعد صرف ایک ہی یاد کو اس نسبت سے مشرف کرتے ہیں تو دوسرے سلاسل میں تو اس نسبت کے حصول کا تناسب بہت ہی کم ہے یہ نسبت دراصل حضرت خواجہ عبدالخالق غجدانی قدس سرہ کی نسبت ہے۔ اور نسبت کو تمام و کمال کا پہنچانے والے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بہاؤ الدین المعروف نقشبند قدس سرہم ہیں۔ اور آپ کے خلفاء میں سے حضرت خواجہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔

ایں کار دولت امت کنوں تا کرا دہند

یہ ایک عظیم دولت ہے۔ اب دیکھیے یہ کسے عطا ہوتی ہے

عجیب بات ہے، پہلے ہر بلا و مصیبت جو واقع ہوتی تھی، فرحت و مسرور کا باعث تھی۔ اور یہ ناچیز مزید کا مطالبہ کرتا تھا۔ اور جس قدر سامان و دیوی کم ہوتا تھا اس سے خوشی ہوتی تھی اور اسی طرح کی آرزو رکھتا تھا۔ لیکن اب جب کہ پھر عالم اسباب کی طرف لایا گیا ہے، تو نظر اپنے عجز اور اپنی محتاجی پر پڑی۔ اگر تصور اس اضر و لاحق ہوتا ہے تو فوراً ہی ایک درجہ غم و حزن محسوس ہوتا ہے، اگرچہ وہ جلد زائل بھی ہوتا ہے اور اس کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح پہلے جب بارگاہ الہی میں دفع بلا و مصیبت کے لیے دعا کرتا تھا تو اس سے مقصود اس کا رفع اور ازالہ نہیں ہوتا تھا، بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم اذْخُلُوْا فِیْہِ بِمَا آوَرٰی مَقْصُوْدُ ہر قی تھی۔ لیکن اب دعا سے مصائب و بلیات کا رفع مقصود ہوتا ہے اور وہ خوف و غم جو زائل ہو چکا تھا واپس لوٹ آیا ہے۔ اور معلوم ہوا ہے کہ یہ سب کچھ سکر کی وجہ سے تھا۔ حالت صحیح میں جس طرح عوام الناس کو خوف، غم، عجز، محتاجی اور خوشی کے عوارض لاحق ہوتے ہیں اسی طرح اس بندہ خدا کو بھی ہوتے ہیں۔ ابتداء میں بھی جب دعا سے مقصود دفع بلا و مصیبت نہیں تھی، دل کو یہ بات اچھی نہیں لگتی تھی، لیکن غلبہ حال کے باعث دل میں یہ بات گزرتی تھی کہ انبیاء کرام کی دعائیں بھی حصول مراد کے لیے نہیں ہوتی تھیں۔ اب جبکہ اس حالت سے مشرف کیا گیا ہے اور معاملہ کی اصل حقیقت واضح کر دی گئی ہے تو پتہ چلا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں عجز و محتاجی، خوف و غم کے تحت تھیں، صرف حکم کی بجا آوری مقصود نہ تھی۔

بعض باتیں جو وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہتی ہیں ان کے پیش خدمت کرنے کی گستاخی کر جاتا ہوں۔

مکتوب نمبر (۷)

اپنے بعض عجیب و غریب حالات اور ضروری امور کے استفسار کے بیان میں یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

کثرین غلام، احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ وہ مقام جو عرش سے اوپر تھا، یہ ناچیز اپنی روح کو بطریق عروج اس مقام میں پاتا تھا۔ اور وہ مقام حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ) کے ساتھ خاص تھا۔ ایک زمانہ کے بعد اپنے بدن عنصری کو بھی اسی مقام میں پایا۔ اور اس وقت خیال میں یہاں گزرا کہ تمام عالم عنصریات و فلیکیات نیچے کو چلا گیا ہے اور اس کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہا۔ اور جب کہ اس مقام میں صرف بعض اکابر اولیا تھے۔ اب تمام عالم کو اپنے سیرت اس مقام میں پا کر حیرت ہوتی ہے کہ

مکمل یکنائی کے باوجود اپنے آپ کو ان کے ساتھ پاتا ہے۔ بعض وہ حالت جو کبھی کبھی رونما ہوتی تھی انہیں میں بندہ نہ اپنے آپ کو دیکھتا تھا نہ جہان کو۔ نہ نظر سے کچھ دیکھتا تھا اور نہ علم میں کوئی چیز تھی۔ وہ حالت اب دائمی ہو چکی ہے۔ اور خلقت عالم کا وجود دید و دانش سے باہر ہو چکا ہے۔

اس کے بعد اس مقام میں ایک بلند عمل ظاہر ہوا کہ اس کو سیر حیاں لگی ہوئی ہیں۔ بندہ ان سیر حیاں سے باہر آیا۔ اس کے بعد وہ مقام بھی باقی جہان کی مانند آہستہ آہستہ محو پہ لمحہ نیچے چلا گیا اور فقیر نے اپنے آپ کو ہندی پر پایا۔ بندہ اتفاق سے تحیت الہیہ کے نفل ادا کر رہا تھا کہ ایک بہت ہی اونچا مقام نمایاں ہوا اور چار اکابر نقشبندیہ کو اس مقام میں دیکھا۔ اور دوسرے مشائخ بھی جیسے سید الطائفہ جنید بغدادی وغیرہ کو اس مقام میں پایا۔ اور بعض دوسرے مشائخ اس سے اوپر کے مقام میں ہیں۔ لیکن ان کے پائے پکڑے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور بعض نیچے میں اپنے اپنے درجات کے مطابق۔ اور اپنے آپ کو ان سے بہت دور پایا۔ بلکہ ان سے کچھ نسبت ہی نہ دیکھی۔ اس واقعہ سے سخت پریشانی اور اضطراب ہوا۔ قریب تھا کہ یونہی ہوجاؤں۔ اور غم و غصہ کی زیادتی سے جسم کو ہی خالی کر دے۔ کچھ وقت ایسے ہی گزرا۔ آخر آپ کی توجہات سے اپنے آپ کو بھی اس مقام کے مناسب پایا۔ پہلے میرا اس مقام کے برابر ہوا۔ پھر تدریجاً اوپر بلند ہوتا گیا اور اس مقام بلند میں بیٹھ گیا۔ توجہ کے بعد یوں دل میں گزرا کہ وہ مقام تکمیل تمام کا مقام ہے۔ کہ تمام سلوک طے کرنے کے بعد اس مقام پر پہنچتے ہیں۔ سلوک پورا نہ کرنے والے مجذب سالک کو اس مقام سے حصہ نہیں مل سکتا۔ اور اس وقت یہ بھی خیال میں گزرا کہ اس مقام پر پہنچنا اس واقعہ کے نتائج سے ہے جو حضور کی خدمت میں رہنے کے زمانہ میں دیکھا تھا۔ اور خدمت اقدس میں عرض بھی کیا تھا کہ حضرت امیر (علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ) تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تجھے آسمانوں کا علم سکھانے آیا ہوں۔ جب خوب توجہ سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ تمام خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے یہ مقام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خاص ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

دوسری بات یہ ظاہر ہوئی کہ بڑے اخلاق و عادات ہر گھڑی مجھ سے الگ ہو رہے ہیں۔ بعض اوقات یوں خیال گزرتا ہے کہ سب الگ ہو گئے ہیں۔ اور دوسرے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی اور شے ظاہر ہوئی ہے اور وہ بھی الگ ہو گئی ہے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ بعض امراض اور شدائد کو دور کرنے کی غرض سے توجہ کرنے کے لیے کیا یہ شرط ہے کہ مرنے والا تعالیٰ معلوم ہو کہ اس معاملہ میں توجہ چاہیے یا نہ چاہیے۔ یا یہ شرط نہیں ہے۔ رخصت کی ظاہر عبارت سے جو حضرت خواجہ عبید اللہ الاحرار سے نقل کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ پیشگی باننا شرط

نہیں۔ لہذا اس سلسلہ میں آپ کا یہ ارشاد ہے۔ حالانکہ مجھے توجہ کرنا چاہی بھی نہیں لگتا۔
 دوسری گزارش یہ ہے کہ طالبوں کو حضور میسر آ جانے کے بعد ذکر سے روک دینا اور حضور کی محبت
 کو نافروری ہے یا نہیں؟ اور پھر وہ کونسا مرتبہ حضور ہے جس میں ذکر نہیں کرتے۔ لیکن بعض ایسے بھی ہیں
 جو اول سے آخر تک ذکر میں مصروف رہتے ہیں اور انہیں ذکر سے کسی وقت بھی نہیں روکا گیا۔ اور اپنا کام
 نہایت کے قریب پہنچا چکے ہیں۔ اصل حقیقت کیا ہے؟ اس بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟
 چوتھی گزارش یہ ہے کہ حضرت خوابہ (عید اللہ احرار قدس سرہ) نے اپنے ملفوظات میں فرمایا ہے کہ
 آخر میں بھی ذکر کا حکم دیا جاتا ہے۔ کیونکہ بعض مقاصد ایسے ہیں کہ وہ اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔
 ان مقاصد کا تعین فرمایا جائے۔

خدمت اقدس میں پانچویں گزارش یہ ہے کہ بعض طالب طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم کی طلب کا اظہار
 کرتے ہیں لیکن غذائیں احتیاط سے کام نہیں لیتے۔ لیکن اس بے احتیاطی کے باوجود حضور قلب اور قدس
 استغراق پیدا کر لیتے ہیں۔ اور غذا کے متعلق تاکید سے کام لیا جائے تو سستی اور کالہی کے باعث بالکل
 طریقہ ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں کیا حکم ہے؟ اور کچھ ایسے بھی ہیں جو ارادت کے ساتھ اس
 سلسلہ سے صرف اتصال چاہتے ہیں ذکر کی تعلیم نہیں چاہتے کیا اس قسم کا اتصال جائز ہے یا نہیں؟
 اگر جائز ہے تو اس کا کیا طریقہ ہے؟ اس سے زیادہ طویل سلسلہ کلام گستاخی اور بے ادبی ہے۔

مکتوب نمبر (۸)

ان حالات کے بیان میں جو قیقا اور صحو سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ مکتوب
 بھی اپنے بیزیر نگوار کو لکھا۔

مکتوب غلام احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ جب سے مجھے صحو میں لائے ہیں اور قیقا سے نوازا ہے
 علوم غریبہ اور معارف ناوردہ وغیرہ تعارف مسلسل اور لگاتار فائز اور وار د ہو رہے ہیں۔ ان میں سے اکثر
 کے بیان اور ان کی مستعمل اصطلاح سے موافقت نہیں رکھتے۔ جو کچھ مسئلہ وحدت وجود اور اس کے
 تعلقات کے بارے میں کہا گیا ہے، مجھے اول حال ہی میں اس سے شرف کر دیا گیا ہے۔ اور کثرت
 میں وحدت کا مشاہدہ میسر آچکا ہے۔ پھر اس مقام سے کئی درجے بلند مجھے ترقی عطا فرمائی گئی ہے۔ اور
 اس ضمن میں انواع و اقسام کے علوم عطا فرمائے گئے ہیں۔ ان مقامات و معارف کی صریح تصدیق قوم کے

کلام میں نہیں پائی جاتی۔ اجماعی اشارات و رموز بعض بزرگوں کے کلام مبارک میں پاسے جاتے ہیں لیکن ان علوم و معارف کی صحت کا گواہ حال یہ ہے کہ علوم و معارف ظاہر شریعت، اجماع علماء اہل سنت کے بالکل موافق و مطابق ہیں، روش شریعت کے ظاہر سے ذرا بھی مخالفت نہیں رکھتے، اور حکماء اور اصول عقلیہ سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے۔ بلکہ علماء اسلام میں وہ جماعت جو اصول اسلام میں مخالفت رکھتی ہے ان کے اصولوں سے بھی ان علوم کی کوئی موافقت نہیں۔

یہ بھی انکشاف ہوا ہے کہ استطاعت فعل کے ساتھ ہوتی ہے فعل سے قبل انسان قدرت نہیں رکھتا قدرت فعل کے ساتھ جھٹکتے ہیں اور احکام شریعت کی تکلیف اسباب اور اعنصار کی سلامتی پر دیتے ہیں جیسا کہ علماء اہل السنۃ نے اس کی تحقیق کی ہے۔ اور فقیر اس مقام میں اپنے آپ کو حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرور کے قدم مبارک پر پاتا ہے۔ آپ اسی مقام میں تھے۔ اور حضرت علامہ الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس مقام سے حصہ ملا ہے۔ اس سلسلہ عالیہ کے بزرگوں میں سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدانی قدس اللہ سرہ الاقدس اور پہلے مشائخ میں سے حضرت معروف کرہی، امام داؤد طائی، حضرت خواجہ حسن بصری اور حضرت حبیب عجمی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم المقدسہ بھی اسی مقام میں تھے۔

ان سب مقامات اور علوم و معارف کا حاصل و خلاصہ بعد اور بیگانگی ہے۔ علاج معالجہ سے کام لے چکا ہے۔ جب تک پر دے شکے ہوئے تھے انہیں کھانے کے لیے بھی اور اہتمام کی گنجائش تھی اس وقت تو اس کی بزرگی اس کا حجاب ہے

فَلَا حَبِيبَ لَهَا وَلَا سَارِقَ !

اب نہ تو اس کا کوئی معالج ہے اور نہ ہمارا بھونک کرنے والا۔

مگر نہایت ہی عجیب معاملہ ہے کہ کہاں بے مناسبتی اور بیگانگی کا نام وصل و اتصال رکھا ہوا ہے۔ وہی کتاب پر صفت زلیخا کا ایک بیت مناسب حال ہے۔

دو غلتہ دھن دھن این آوازہ از دوست

کز ببرد دست دھن کو بال بود پر دست

دھن نے دوست کی طرف سے آواز بلند کر رکھی ہے مگر اس دوست کی طرف سے دھن بھانے والوں

کے ہاتھوں میں سوائے ہاتھ کے پرست اور پھرٹے کے اور کوئی شے نہیں۔

شہود کہاں ہے، شاہد کون ہے، اور شہود کیا ہے ع

”خلق را درو سے کے نمایدا“ (دو مفلوک کو کب چہرہ دکھاتا ہے)

مما للقباب و درب الارباب یعنی "پہ نسبت خال بابا عالم پاک"

فقیر خود کو بندہ مخلوق ہے قدرت تصور کرتا ہے اور اسی طرح تمام جہان کو خالق اور قادر اللہ تعالیٰ ہی کو جانتا اور مانتا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نسبت ثابت نہیں کرتا۔ ماسوا اللہ کو اس کا عین اور مرآت بننے کی کہاں گنجائش ہے ع

در کدام آئینہ در آید او

وہ کس آئینہ میں آسکتا ہے

فرقہ صحیحہ اہل سنت و جماعت کے علماء ظاہر اگر بعض اعمال میں کوتاہی کر جاتے ہیں لیکن ذات و صفات سے متعلق ان کے عقائد کی درستی کا جمال اس قدر نورانیت رکھتا ہے کہ ان کی کوتاہی اس نورانیت کے اطمینان سے منہ مٹا کر دیکھ کر ہر جاتی ہے۔ اس کے برعکس بعض صوفی ریاضات و مجاہدات کے باوجود چون کہ ذات و صفات سے متعلق عقائد میں وہ درستی نہیں رکھتے تو علماء ظاہر جیسا جمال و نورانیت بھی نہیں رکھتے۔ علماء کرام اور دینی طلبہ کے ساتھ بہت محبت پیدا ہو چکی ہے۔ ان کی روش بہت اچھی لگتی ہے۔ فقیر آرزو کرتا ہے کہ علماء اور طلبہ علوم کے گروہ میں بیٹھا ہو اور (اصول فقہ کی آخری اور مشہور کتاب) تلمیح کے مفہومات اربعہ کا کسی طالب سے نہ کراد کر دیا ہو۔ نیز (فقہ حنفی کی مشہور کتاب) ہدایہ کا تکرار بھی شروع کر رکھا ہو۔ اور یہ فقیر معیت اور احاطہ علمی کے مسئلہ میں علماء کے ساتھ شریک ہے۔

اسی طرح یہ فقیر حق سبحانہ و تعالیٰ کو نہ عین عالم جانتا ہے اور نہ عالم سے متصل نہ عالم سے منفصل اور نہ عالم کے ساتھ اور نہ اس جہاں اور نہ محیط اور نہ سرایت کیے ہوئے ہے۔ اور تمام ممکن اشیاء یا ان کی صفات اور ان کے افعال کو مخلوق جانتا ہے اور یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ ممکنات کی صفات اس کی صفات ہیں اور ان کے افعال اس کے افعال ہیں۔ بلکہ ہر شے کے افعال میں اسی ذات واحد کی قدرت کو مؤثر جانتا ہے ممکنات کی قدرت میں فی الحقیقت اثر نہیں جانتا جیسا کہ علماء اور متکلمین کا مذہب ہے۔

اسی طرح سات صفات حقیقیہ واجب تعالیٰ کو موجود جانتا ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کو ہر شے کا ارادہ کرنے والا جانتا ہے۔ اور قدرت بمعنی صحت فعل اور ترک فعل بالیقین تصور کرتا ہے۔ قدرت بمعنی ان شاء و فعل وان لم یشاء و لم یفعل اگر چاہے کرے اگر نہ چاہے نہ کرے

نہیں مانتا کیونکہ جملہ شرطیہ ثانیہ متنع ہے۔ جیسا کہ بعض علماء اور صوفیہ مانتے ہیں۔ کیونکہ اس معنی سے واجب تعالیٰ پر وجوب لازم آتا ہے۔ اور یہ لزوم تسلیم کرنا حکماء کے اصولوں کے موافق ہے۔ اور قصائد قدر کے مسئلے کے علماء کے طور پر جانتا ہے۔ تو بالکل کراس بات کا کامل اختیار ہے کہ اپنی ملک میں جس طرح

چاہے تصرف کرے۔ اور قابلیت اور استعداد کا کچھ دخل نہیں مانتا۔ کیونکہ اس سے بھی وجوب لازم آتا ہے۔ اور وہ سبحانہ و تعالیٰ مختار ہے، جیسا چاہے کرے۔ اسی طرح اور سب باتیں۔ چونکہ ان حالات کا عرض کرنا ضروری امور میں سے ہے اس لیے ان کے عرض کرنے کی جرأت اور گستاخی کی ہے۔ ع

بندہ باید کہ حد خود داند

بندے کو چاہیے کہ اپنی حد کے اندر رہے

مکتوب نمبر (۹)

ان حالات کے بیان میں جو نیچے آنے کے مقام سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

بدقسمت، سیاہ رُو، کوتاہی میں مبتلا، بدخو، وقت و حال کے مغرور اور وصل و کمال کے قریب غور و
کی عرضداشت، جس کا ہر کام مولیٰ کریم کی نافرمانی ہے۔ اور اس کا سارا عمل عیوبیت اور اونی کا ترک ہے، اپنے
ظاہر کو آراستہ کر رکھا ہے اور خدا تعالیٰ کی نظارہ گاہ باطن کو خواب اور ویران کر رکھا ہے۔ اس کی ہمت نے
ظاہر آرائی پر ہی کفایت کر رکھی ہے اور باطن ہمیشہ اس راستے سے رسوائی میں مبتلا ہے۔ اس کا قال حال
کے سنائی ہے، اور حال خواب و خیال پر مبنی ہے۔ اس خواب و خیال سے کیا حاصل ہو سکتا ہے اور ایسے قال
حال سے کیا عقدہ کشائی ہو سکتی ہے۔ بے نصیبی اور خسارہ نقد و وقت ہے۔ عبادت و فضیلت باقہ میں ہے
فساد و شرارت کا بیدار اور ظلم و معصیت کا منشا ہے۔ مختصر یہ کہ عجمہ عیوب اور مجمع ذنوب ہے۔ اس کی
نیکیاں لعنت و رَدِّ اور اس کی حسانت طعن و دفع کر دینے کے لائق ہیں۔

مراتب قاسمی القرآن والقرآن
بنت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہوتے ہیں
کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

حدیث کا یہ مضمون اس کے حق میں گواہ عادل ہے۔

دکھ من صائم لیس له من صیامہ الا
الظماء والجوع۔
کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جنہیں روزہ سے سوا
پیس اور بھوک کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اس حدیث کا مضمون بھی اس کے حال پر شاہد صادق ہے۔ تو اس شخص پر افسوس جس کا یہ حال ہو، اور یہ مرتبہ
اور یہ کمال اور یہ درجہ ہو۔ اس کا استغفار کرنا بھی اس کے گناہوں کی طرح گناہ ہے، بلکہ ان سے بدتر ہے اور

اس کی توبہ اس کے دوسرے معاصی کی طرح سراسر معصیت ہے۔ بلکہ ان سے قبیح تر۔ قبیح جو فعل کتنا ہے وہ بھی قبیح ہوتا ہے۔ ناچیز اس کا مصداق بن چکا ہے۔ ع

نہ گندم جو ز جو گندم نہ نیاید
گندم سے جو اور جو سے گندم حاصل نہیں ہو سکتی

اس ناکارہ کا مرض ذاتی ہے علاج پذیر نہیں اور اس کی بیماری اصلی (پختہ) ہے۔ علاج کو قبول نہیں کرتی جو چیز خلقت اور ذات میں داخل ہو وہ اس سے جدا نہیں ہو سکتی۔ ع

سیاہی از حبشی کے رو دکہ خود رنگ است

حبشی سے سیاہی دور نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ اس کا طبعی رنگ ہے

نہ کیا جائے۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

ان سب خواہیوں کے باوجود اتنی بات ضرور ہے کہ خیر محض کے ساتھ ساتھ شر محض بھی چاہیے تاکہ خیر کی حقیقت واضح ہو سکے۔ اشیاء ضد سے پہچانی جاتی ہیں خیر و کمال کے ساتھ شر و نقص بھی چاہیے حسن و جمال کے لیے آئینہ درکار ہے اور آئینہ شے کے مقابل ہوتا ہے۔ لہذا خیر کے لیے شر اور کمال کے لیے نقص کا آئینہ ضروری ہے۔ تو ہر وہ شے جس میں نقص و شرارت زیادہ ہوگی وہ خیر و کمال کی مانندگی بھی زیادہ کرے گی عجیب کار و بار ہے کہ ذم نے مدح کے معنی پیدا کر دیے اور یہ شرارت و نقصان خیر و کمال کا محل بن گیا۔ اسی وجہ سے مقام عبدیت تمام مقامات سے بلند ہے کیونکہ یہ معنی مقام عبدیت میں اتم و اکمل ہے۔ محبوبوں کو ہی اس مقام سے مشرف کرتے ہیں اور محبت ذوق شہود سے لذت لیتے ہیں۔ بندگی میں لذت اور اس سے انس محبوبوں کے ساتھ خاص ہے۔ محبتوں کا انس محبوب کے مشابہ سے ہے۔ مگر محبوبوں کو محبوب کی بندگی میں انس نصیب ہوتا ہے۔ انس انس میں سے انس دولت و دید تصور تک پہنچاتے ہیں اور اس نعمت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ اس میدان میں یکہ دوڑانے والے شہسوار سرور دنیا و دین اور سید اولین و آخرین حبیب رب العالمین ہیں علیہ من الصلوٰات اتمہا و من التحیات اکملہا۔ آپ کے علاوہ جسے چاہتے ہیں کہ اپنے فضل سے نوازیں تو اسے یہ دولت حضور کی کمال متابعت کی برکت سے عطا کرتے ہیں۔ اس کمال سے اسے محو کر دیتے ہیں اور اس متابعت کے ذریعہ بلند مقام تک پہنچا دیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ انفس عظیمہ کا مالک ہے۔ (صوفی میں کمال شر کے پائے جانے سے مراد) شر و نقص کا علم ذوقی ہے۔ یہ مراد نہیں کہ وہ شر و نقص سے متصف بھی ہوتا ہے۔ اس علم والا مخلوق بنا کر اللہ ہوتا ہے۔ یہ علم ذوقی بھی اس

تخلوق کے ثمرات میں سے ہے۔ ورنہ شراست و نقص کی وہاں کیا کنجاش ہے۔ اس سے صرف علمی تعلق ہوتا ہے۔ یہ علم خیر محض کے شہوق پر نام کے واسطے سے ہے۔ جو اس تمام خیر کے پہلو میں شرمسار دکھائی دیتا ہے۔ اور یہ نفس مطمئنہ کے اپنے مقام پر نیچے اتر آنے کے بعد ہوتا ہے، اسے یاد رکھو۔ ایسا شخص جب تک اپنے آپ کو زمین پر نہیں مارے گا اور اس کا کام یہاں تک نہیں پہنچے گا۔ اپنے مالک و مولى بل شانہ کے کمال سے بے نصیب رہے گا۔ تو وہ شخص کیونکر بے نصیب نہیں رہے گا جو اپنے آپ کو عین مولى نبی کریم سے اور اپنی صفات کو اس کی صفات تصور کرے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔ یہ تو اسماء و صفات واجبہ تعالیٰ میں کج روی کا راستہ ہے۔ اس عقیدہ کے لوگ

وذر والذین یلحدون فی اسمائہ ان لوگوں سے الگ رہو جو اس کے ناموں میں

الحاد کی راہ چلتے ہیں۔

میں داخل ہیں۔ یہ بات نہیں ہے کہ ہر وہ شخص جس کا جذبہ اس کے سلوک سے مقدم ہے وہ محبوبوں میں سے ہے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ محبوبیت کے لیے جذبے کا مقدم ہونا شرط ہے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ ہر جذبہ میں محبوبیت کے کچھ معنی پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ جذبہ محبوبیت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس قسم کی محبوبیت عارضی ہے، ذاتی نہیں۔ محبوبیت ذاتی بلا علت ہے جس طرح ہر متقی کو آخر کا جذبہ میسر آ جاتا ہے۔ لیکن یہ محمول کے زمرہ میں ہی رہتا ہے (محبوبین کے زمرہ میں شامل نہیں ہو سکتا) عارضی طور پر اس میں محبوبیت کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور محبوبیت ذاتی کے لیے یہ معنی کافی نہیں۔ اور وہ معنی عارضی تزکیہ اور تصفیہ ہے بعض مبتدی حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کے باعث اگرچہ بعض امور میں ہی اتباع ہو کسی حد تک اس معنی کو حاصل کر لیتے ہیں۔ بلکہ منتہی میں بھی اتباع ہی کا ہونا ضروری ہے اور بس۔ محبوبوں میں اس معنی (محبوبیت ذاتی فضلی) کا ظہور بھی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام والقیۃ کی اتباع سے وابستہ ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ وہ معنی ذاتی بھی آپ کے ساتھ مناسبت ذاتی اور اس اسم کی بنا پر ہے جو اس کا رب ہے۔ اور اس اسم کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم کے ساتھ مناسبت کی بنا پر ہے جو آپ کا رب ہے۔ اس وجہ سے یہ خصوصیت اس میں پیدا ہوئی ہے۔ اور وہاں سے یہ سعادت حاصل کی ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ واللہ یحقق الحق وھو یدھی السبیل۔

مکتوب نمبر (۱۰)

قرب و بعد کے حصول اور فرق و وصل یعنی غیر مشہور اور اس سے مناسب بعض علوم کے بیان میں — یہ خط بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

حقیر ترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ ایک مدت سے اس بلند آستانہ کے خادموں کے حالات سے کوئی اطلاع نہیں رکھتا منتظر ہے۔

عجیبے نیست اگر زندہ شود جان عزیز

بچوں ازاں یار جدا ماندہ پیامے برسد

کوئی عجب نہیں کہ اگر جان عزیز زندہ ہو جائے جب اس جدا شدہ دوست کا پیغام پہنچے۔

بندہ جانتا ہے کہ حاضر درگاہ ہونے کی دولت و نعمت کے لائق نہیں۔ ع

ایں بسکہ رسد نہ دور بانگ برسم

یہ کافی ہے کہ دور ہی سے برس گشتی کی آواز آتی رہے

عجیب کار و بار ہے نہایت بعد کا نام قرب رکھا ہوا ہے اور غایت فراق کو وصل و ملاقات کہا جاتا

ہے۔ گویا فی الحقیقت اس کے ضمن میں قرب و وصال کی نفی کی طرف اشارہ ہے۔

کیف الوصول الی سعاد و دد فہا

قلل الجبال و دد فہن خیوف

سعاد (مشتوق) کا وصل کیسے نصیب ہو سکتا ہے حالانکہ میرے اور اس کے درمیان پہاڑوں کی بند

چوئیاں اور ان چوئیں تک پہنچنے سے پہلے دشوار گزار نشیب و فراز واقع ہیں۔ تو حزن ابدی اور فکر

دائمی و مانگہ ہو چکا ہے۔

مرا و کو بھی آخر الامر مرید کے ارادہ سے مرید ہونا پڑتا ہے۔ اور محبوب کو بھی محبت کی محبت میں محب

بنا پڑتا ہے۔ دین و دنیا کے سردار علیہ من الصلوٰات اکملہا و من التقیات افضلہا مرادیت اور مجربیت

کے مقام کے باوجود محبین اور مریدین میں سے تھے۔ اسی لیے آپ کے حال کی یوں خبر آتی ہے کہ:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ علیکین

متو صل الحزن دائم الفکر اور متفکر رہتے تھے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا:

مَا أُؤْذِيَ نَبِيٍّ مِّثْلَ مَا أُؤْذِنْتُ
کسی نبی کو اتنی اذیت نہیں پہنچائی گئی جتنی
مجھے پہنچائی گئی ہے۔

محب لوگ ترجمت کا ترجمہ اٹھا سکتے ہیں۔ محبوبوں کے لیے اس ترجمہ کا اٹھانا دشوار ہے۔ یہ قصہ
بڑا دراز ہے۔ ج

قصۃ العشق لا انفصام لہا

قصہ عشق ختم نہیں ہو سکتا

اس عرضداشت کا حاصل و خلاصہ یہ ہے کہ شیخ الشہ بخش قدرے جذب و محبت رکھتا ہے۔ مجبُو
کر کے یہ چند کلمات آپ کے خادموں کی طرف لکھوائے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ ملازمت کا شوق ظاہر کر کے
ان حدود کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ اول کچھ مخصوص ارادوں کا اظہار کیا مگر میری طرف سے ان کے متعلق
عدم دلچسپی محسوس کر کے اب صرف ملاقات پر راضی ہو گیا ہے۔ اور یہ چند کلمات لکھوائے۔
زیادہ گستاخی ادب سے دور ہے۔

مکتوب نمبر (۱۱)

بعض مکاشفات، اپنے قصور دیکھنے کے مقام کے حصول اور تمام اعمال و اقوال میں اپنے
آپ کو عیب ناک جاننے اور شیخ ابو سعید ابراہیم کے اس کلام "عین نبی ماند اثر کما ماند اثر کے راز
کے ظاہر ہونے اور بعض دوستوں کے حالات کے بیان میں — یہ مکتوب بھی اپنے
پیر بزرگوار کو لکھا۔

کشتوں غلام، احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ جس مقام میں ناچیز نے اپنے آپ کو پہلے دیکھا تھا آپ کے
حکم عالی کے مطابق جب دوبارہ اس کا ملاحظہ کیا تو غلافِ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عبور اس مقام میں دکھائی
دیا۔ مگر چونکہ اس مقام میں قیام و استقرار نہ تھا اس وجہ سے پہلی دفعہ نظر نہ پڑے۔ جس طرح اہل بیت
میں سے سوائے امامین کریمین اور امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمیع اس میں استقرار نہ رکھتے تھے۔
اور وہ جو پہلی دفعہ اپنے آپ کو اس مقام کے مناسب نہ پایا، یہ بے مناسبتی دو طرح کی ہے۔
ایک تو یہ کہ طریقوں میں سے کسی طریقہ کے ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے بے مناسبتی طاری ہوتی ہے۔

جب اس طرف راستہ دکھا دیتے ہیں تو وہ بے مناسبتی ایک طرف کو ہٹ جاتی ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جسے بے مناسبتی مطلق کہتے ہیں۔ یہ کسی طرح بھی قابلِ زوال نہیں ہے۔ اور وہ راستے جو اس مقام تک پہنچاتے ہیں صرف وہ ہیں۔ میسر کوئی راستہ نہیں۔ یعنی نظریں ان دو طریقوں کے علاوہ اور کوئی طریقہ ظاہر نہیں ہوتا۔

ایک تو اپنے نقص اور قصور کو دیکھنا اور خیرات اور نیک کاموں میں اپنے آپ کو متہم اور عیب ناک تصور کرنا ہے۔

دوسرا اس شیخ کا مکمل مجذوب کی صحبت ہے جس نے سلوک مکمل کر لیا ہو۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کی عنایت و مہربانی کی طفیل پہلا راستہ بقدر استعداد عنایت فرمایا ہے۔ چنانچہ کوئی عمل اعمال خیر میں سے واقع نہیں ہوتا مگر ناچیز اپنے آپ کو اس میں متہم اور عیب ناک تصور کرتا ہے۔ جب تک کسی طرح سے اپنے آپ پر تہمت اور عیب نہیں رکھتا بے قرار اور بے آرام رہتا ہے۔ اپنے خیال میں یہ جانتا ہے کہ اپنے سے کوئی بھی ایسا عمل صادر نہیں ہوتا جو نیکیاں لکھنے والے فرشتوں کے لکھنے کے قابل ہو۔ اور ایسا جانتا ہے کہ نیکیوں کا اعمال نامہ اعمال خیر سے خالی ہے اور انہیں لکھنے والے کرنا کا تین معطل اور بے کاریں۔ خدا نے جل و علا کے لائق ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور جو کچھ بھان میں ہے ہفتی کہ کافر فرنگ اور محمد زندقہ سب کو اپنے سے کئی اعتبار سے بہتر جانتا ہے اور ان سب سے بدترین خیال کرتا ہے۔ اور جذبہ کی جہت سے اگرچہ سیرانی اللہ مکمل اور تمام ہو چکی ہے لیکن اس کے بعض لوازم اور قواعد باقی تھے جو اس فنا کے ضمن میں جو سیر فی اللہ کے مرکز کے مقام میں واقع ہوئی ہے تمام اور مکمل ہو گئے ہیں۔ اور اس فنا کے حالات اس سے پہلی عرضداشت میں تفصیلاً لکھ دیے ہیں۔ اور جو سکتا ہے کہ حضرت خواجہ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس فنا کو نہایت کام جو کہا ہے اس سے مراد وہی فنا ہو جو عقلی ذات اور سیر فی اللہ کے تحقق و وجود کے بعد متحقق ہوتی ہے۔ اور ارادے کی فنا بھی اسی فنا کے شعبوں میں سے ہو۔

ہیچکس راتا مگر دواؤں سے نیست راہ در بارگاہ کبریا

کوئی شخص بھی جب تک فنا نہ ہو بارگاہِ خداوندی کی طرف اسے راستہ نہیں مل سکتا۔

اور اس مقام سے مناسبت نہ رکھنے والے دو گروہ بھی نظر میں ہیں:

ایک جماعت اس مقام کی طرف متوجہ اور وصول کے راستے کی تلاشی ہے۔ اور ایک گروہ اس

مقام کی طرف کچھ اتفاقات اور توجہ نہیں رکھتا۔ اس مقام تک وصول کے طریقوں میں سے طریقہ دوم

آپ کی توجہ سے زیادہ ظاہر ہوتا ہے اور نسبت بھی اسی طریقہ سے محسوس کرتا ہے چونکہ آپ کی جانب سے مامور تھا اس لیے تعمیل حکم کے طور پر بعض امور کے بیان میں جرأت و گستاخی کی ہے۔ ورنہ ع
من ہماں احمد پارسی نہ کہ ہستم ہستم
میں وہی پُرانا احمد ہوں جو تھا۔

دوسری عرض یہ ہے کہ اس مقام کو دوبارہ ملاحظہ کرنے سے کچھ اور مقامات اور نیچے ظاہر ہوئے۔
عاجزی اور شکستگی کے ساتھ توجہ کرنے کے بعد جب اس مقام پر جو مقام سابق سے فوق اور اوپر تھا پہنچا
تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ہے۔ اور دوسرے خلفاء رضی اللہ تعالیٰ
عنہم کو بھی اس مقام سے عبور حاصل ہو چکا ہے۔ اور یہ مقام بھی تکمیل و ارشاد کا مقام ہے اسی طرح ہر پڑو
اور تمام بھی جن کا ابھی ذکر ہوگا۔ اور اس مقام سے اوپر ایک مقام دکھائی دیا۔ جب اس مقام پر پہنچا تو معلوم
ہوا کہ یہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا مقام ہے۔ اور دوسرے خلفاء کو بھی اس مقام سے عبور حاصل
ہو چکا ہے۔ اور اس مقام سے بھی اوپر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ظاہر ہوا۔ اس
مقام تک بھی پہنچنا نصیب ہوا۔ اور شاخ میں سے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس
کو ہر مقام میں اپنے ساتھ پایا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے خلفاء کو بھی اس مقام سے عبور واقع ہو چکا
ہے۔ فرق صرف عبور اور قیام اور گزرنے اور ٹھہرنے کا ہے۔ اور اس سے اوپر کوئی مقام محسوس نہیں ہوتا
سوائے حضرت رسالت خاتمت کے مقام کے علیہ من الصلوٰت اقدس و من التیمات اکملہا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام کے بالکل مقابل ایک اور مقام ظاہر ہوا جو نہایت
ہی نورانی تھا۔ ایسا نورانی مقام کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
مقام سے کچھ بلند تھا جس طرح چو ترے کو زمین سے قدرے بلند بناتے ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ وہ مقام
مقام محبوبیت ہے۔ اور یہ مقام رنگین اور منقش تھا۔ میں نے اس کے پرتو سے اپنے آپ کو بھی رنگین او
منقش پایا۔

اس کے بعد اسی کیفیت میں اپنے آپ کو لطیف پایا اور ہوا کی طرح یا قطعہ بادل کی طرح آفاق میں
منتشر و پکھا اور بعض کناروں کو کپڑے ہوئے پایا۔ اور حضرت خواجہ بزرگ (شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ)
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام میں اپنے آپ کو ان کے مقام کے مقابل پاتے ہیں۔ اس کیفیت کے
مطابق جو عرض کی گئی ہے۔

دوسری عرض یہ ہے کہ تلقین و ارشاد کو ترک کر دینا اچھا نہیں لگتا۔ اور یہ بات اچھی بھی کیسے لگ سکتی

ہے جس طرح سارا عالم گرداب ضلالت و گمراہی میں غرق ہو رہا ہو۔ ایک شخص اگر اپنے اندر انہیں نکالنے کی قوت و طاقت رکھتا ہو تو کیسے بری الذمہ تصور کر سکتا ہے۔ اگرچہ دوسرے کاموں کی بھی مشغولیت ہے مگر وعظ و ارشاد میں مشغول رہنا بھی ضروری اور پسندیدہ ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دورانِ عمل جو دوسرے خطرات پیش آتے ہیں ان سے توبہ و استغفار لازم رکھے۔ اس شرط کے ملحوظ رکھنے سے رضا کے دائرہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ اس شرط کو ملحوظ نہ رکھنے کی صورت میں رضا میں داخل نہیں ہو سکتا بلکہ نیچے تہ میں بکھڑا رہتا ہے۔ لیکن حضرت خواجہ نقشبند اور حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس اللہ تعالیٰ اسرارہما کے بارے میں اس شرط کے لحاظ کے بغیر ہی پسندیدگی ہے۔ اور اس (مجدد صاحب) کم درجہ حال کا عمل اس شرط کے لحاظ کے بغیر داخل ہوتا ہے اور کبھی نیچے تہ میں کھڑا رہتا ہے۔

ایک اور عرض یہ ہے کہ کتاب نجات الانس (مصنف مولانا جامی قدس سرہ) میں حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں آیا ہے کہ عین حق ما نذاثر کجا ماند (یعنی باقی نہیں رہتی تو اثر کیسے باقی رہ سکتا ہے) کا تثنیٰ و کانتذار۔ آتش عشق کسی شے کو باقی نہیں چھوڑتی۔ یہ بات پہلی نظر میں تو مشکل محسوس ہوئی۔ کیونکہ حضرت شیخ محی الدین اور ان کے متبعین اس بات پر ہیں کہ کسی معلوم چیز کا اللہ تعالیٰ کے معلومات میں سے زائل ہو جانا محال ہے۔ ورنہ واجب تعالیٰ کے لیے علم کے بجائے جمل لازم آئے گا۔ اور ذات ہی زائل نہ ہو تو اثر کہاں جائے گا۔ اسی طور پر یہ بات ذہن میں میٹھی ہوئی تھی۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رضی اللہ عنہ کے کلام کے مفہوم کا عقدہ حل نہیں ہو رہا۔ لیکن کامل توجہ کے بعد حق تعالیٰ نے اس کلام کا راز بھی منکشف کر دیا اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ نہ ذات رہتی ہے اور نہ اثر۔ اور میں نے اپنے اندر بھی یہی معنی پایا، اور کوئی مشکل باقی نہیں رہی۔ اس معرفت کا مقام بھی دکھائی دیا۔

یہ نہایت ہی بلند مقام ہے جو حضرت شیخ اور ان کے متبعین کے بیان سے بھی اونچا ہے۔ یہ دو باتیں باہم مختلف اور متناقض نہیں بلکہ دونوں الگ الگ جگہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کو تفصیل سے بیان کرنا طوالت اور ریخ و طال کا باعث ہے۔

اور حضرت شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کے دوام اور ہمیشگی کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کا بھی پتہ چلا کہ بات سے کیا مراد ہے اور دوام سے کیا مراد ہے۔ اور اپنے اندر بھی یہ کیفیت قائم محسوس کرتا ہے۔ اگرچہ یہ بات نوادرات سے ہے۔

ایک گزارش یہ ہے کہ کتاب دیکھنے کو طبیعت بالکل نہیں چاہتی۔ ہاں اکابر کے مقامات و مراتب

عالیہ اگر کسی جگہ درج ہوئی تو انہیں دیکھنے سے طبیعت بہت خوش ہوتی ہے۔ مشائخ متقیین کے حالات بڑے مرغوب ہیں۔ حقائق و معارف سے متعلق کتابیں علی الخصوص توحید اور منزلات مراتب سے متعلق مضامین کا مطالعہ نہیں کر سکتا۔ بندہ اپنے آپ کو اس باب میں حضرت شیخ علاؤ الدولہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت مناسبت پاتا ہے۔ اور اس مسئلہ میں ذوق و حال کے اندر شیخ مذکور علیہ الرحمۃ سے متفق ہے لیکن اس سلسلہ میں سابق علم اس کام کی طرف اور اس بارہ میں شدت کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ بعض امراض کے دفع کرنے کی توجہ کی گئی اور اس کا اثر بھی ظاہر ہوا۔ اسی طرح بعض قوت شدگان جو عالم برزخ سے تعلق رکھتے ہیں کے حالات بھی ظاہر ہوئے۔ ان کے عالم برزخ کے آلام و شدائد کے رفع کرنے کے لیے توجہ کی گئی۔ لیکن اب توجہ پر قدرت نہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ کج کل میں کسی ایک کام پر بھی اپنے آپ کو جمع اور حاضر نہیں کر سکتا۔ لوگوں کی کچھ سختیاں فقیر پر گزری ہیں اور مجھے اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا ہے۔ اور مجھ سے تعلق رکھنے والے بہت سے لوگوں کو ناحق خرابی و بربادی میں ڈالا ہے اور جلا وطن کیا ہے۔ اس کے باوجود دل پر اس سے ذرا سا بخاریا بے چینی تک محسوس نہیں ہوتی۔ دل میں ان کے متعلق برائی کا گزرا تو بہت دور ہے۔

بعض دوستوں نے اس مقام جذبہ سے شہود و معرفت حاصل کی ہے لیکن اب تک انہوں نے سلوک میں قدم نہیں رکھا۔ ان کے کچھ حالات بھی عرض خدمت کیے ہیں۔ امید ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ جذبہ کے پہلو کی تکمیل کے بعد انہیں ولایت سلوک سے بھی مشرف کرے گا۔

شیخ تو اسی مقام میں بند ہے۔ نقطہ فوق تک جو مقام جذبہ سے تعلق رکھتا ہے ابھی تک نہیں پہنچا۔ حرکات و سکنات سے آنا رہتا ہے۔ خوابی اور قباحت کو محسوس نہیں کرتا تو بے اختیار اس کا کام توقف اور رکاوٹ کا شکار رہتا ہے۔ اسی طرح اور بہت سے دوست بھی جو آداب کی رعایت ملحوظ نہیں رکھتے ان کا کام بھی توقف میں پڑا رہتا ہے۔ اس بارے میں حیران ہے کہ میری طرف سے کوئی ارادہ توقف نہیں بلکہ ان کی ترقی کا ارادہ ہے۔ بے اختیار کام میں رکاوٹ واقع ہو جاتی ہے۔ ورنہ قرب کا راستہ بہت قریب ہے۔

مولانا محمود نیچے کے نقطے تک نیچے پہنچ چکے ہیں۔ جذبہ کے کام کو انجام تک پہنچا دیا ہے، اور اس مقام کی بنیاد تک پہنچ گئے ہیں۔ وہ فوق کو بھی بن دہر نہایت تک لے گئے ہیں۔ پہلے تو صفات کو بیکار کر دیا جس کے ساتھ صفات قائم ہیں اپنے سے جدا محسوس کیا اور اپنے آپ کو شیخ خانی پایا پھر صفات و کمالات سے بے دیکھا اور احدیت کی اس دید کے ذریعے مقام پر پہنچے۔ اب میرے حال اور

اپنے حال کو اس قدر گم کر چکا ہے کہ نہ احاطہ کا قائل ہے اور نہ معیت کا خیال کو ابھن بطون (مرتبہ وحدت صرفہ) کی طرف متوجہ کر لیا ہے کہ حیرت اور نادانی کے سوا کچھ ہاتھ میں نہیں رکھتا۔ اور سید شاہ حسین بھی مقام جذبہ کے ذریعہ آخری نقطہ تک پہنچ گیا ہے اور ان کا ستر آخری نقطہ تک پہنچ چکا ہے۔ اسی طرح صفات کو ذات سے جدا دیکھا۔ لیکن ذات احد کو ہر جگہ پاتا ہے اور ظہور سے غفلت ہوتا ہے۔

اسی طرح میاں جعفر بھی آخری نقطہ کے قریب پہنچ چکا ہے اور بہت شوق و ولولہ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بھی شاہ حسین کے قریب ہے۔ دوسرے دوستوں میں بھی فرق و تفاوت ظاہر ہوتا ہے۔ میاں شیخی اور شیخ عیسیٰ اور شیخ کمال جذبہ میں نقطہ فوق تک پہنچ گئے ہیں شیخ کمال بھی نزول کی طرف متوجہ ہے۔ اور شیخ ناگوری بھی نقطہ فوق کے نیچے آچکا ہے، لیکن ابھی کافی مسافت درپیش ہے۔ اور اس جگہ کے دوستوں میں سے اس وقت تک آٹھ یا نو بلکہ دس بافرا نقطہ فوق کے نیچے آچکے ہیں بعض نقطہ سے حاصل ہو چکے ہیں اور نزول کی طرف رُخ کر رہے ہیں۔ اور کچھ قریب ہیں اور کچھ ابھی دور ہیں۔ میاں شیخ منزل اپنے کو گم پاتا ہے اور صفات کو اصل سے دیکھتا ہے۔ اور مطلق کو تمام جگہوں میں پاتا ہے۔ اور اشیاء کو سراب کی طرح بے اعتبار جانتا ہے۔ بلکہ کچھ بھی نہیں پاتا۔

مولانا محمود کے متعلق ایسا خیال ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اگر لوگوں کو تعلیم دینا شروع کر دیں تو یہ ایک پسندیدہ بات ہے۔ لیکن اجازت جو مقام جذبہ سے مناسبت رکھتی ہے۔ اگرچہ بعض امور ابھی رہتے ہیں ان کا استفادہ اور حصول ہونا چاہیے۔ لیکن اس نے جانے میں جلدی کی توقف نہ کیا۔ حضور اقدس کی خدمت میں آ رہا ہے۔ جو مناسب جانیں اس کا حکم فرمادیں۔ اس کینہ کے علم میں جو کچھ تقاضا عرض کر دیا ہے۔ اصل حکم آپ کا ہے۔

خواجہ ضیا الدین محمد چند روز یہاں رہے۔ قدرے حضور اور جمعیت قلب پیدا کرنی تھی۔ آخر کار سہاب معاش کی قلت کی بنا پر یہاں رہنے میں اپنا ناظر جمع نہ رکھ سکے اور فرج کی ملازمت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ مولانا شیر محمد کا لڑکا بھی ملازمت کی طرف میلان رکھتا ہے۔ قدرے حضور جمعیت قلب اسے بھی حاصل ہے۔ بعض رکاوٹوں کے باعث خاص ترقی نہیں کر سکا۔ زیادہ گفت و گو گستاخی ہے۔

بندہ باید کہ مدد خود داند!

علامہ کو اپنی حد کے اندر رہنا چاہیے

اس ضد اشت کے بعد ایک اور کیفیت رونما ہوئی۔ اور ایک حال پیش آیا۔ مختصر یہ جس کے بیان

کی گنجائش نہیں ہے۔ اس جگہ ارادے کی فنا متحقق ہوئی۔ جس طرح سابقہ ارادوں سے ارادے کا تعلق بظہر تھا ایسا ہی ہوا۔ مگر اصل ارادہ ابھی باقی تھا جیسا کہ عرضداشت میں عرض کیا جا چکا ہے۔ اب ارادے کی بھی بیخ کنی ہو گئی ہے۔ اب نہ تو کوئی مراد ہے نہ ارادہ۔ اور اس فنا کی صورت بھی دکھائی دی۔ اور بعینہ علوم جو اس مقام سے مناسبت رکھتے تھے وہ بھی فائض اور وارد ہوئے۔ ان علوم کے دقیق اور شکل ہونے کے باعث چونکہ انہیں تحریر میں لانا مشکل تھا اس لیے اشبہ قلم کی باگ ان علوم سے پھیر لی ہے۔ اس فنا کے تحقق اور علوم عطا کیے جانے کے وقت ایک خاص نظر وحدت سے اوپر بھی پہنچی۔ اگرچہ یہ بات طے شدہ ہے کہ وحدت سے اوپر کوئی نظر نہیں جاسکتی۔ بلکہ اس سے اوپر کوئی نسبت نہیں لیکن بندہ کو جو کچھ پیش آتا ہے عرض خدمت کرتا ہے۔ اور جب تک یقین نہ ہوا لکھنے کی جرأت نہ کی۔

اور اس مقام کی صورت کو وحدت سے اوپر اس طرح دیکھتا ہے جس طرح اگر وہ ربی سے آگے ہے۔ اور اس راہ میں کچھ شک و شبہ نہیں پاتا۔ اگرچہ نظر میں نہ وحدت ہے نہ اس سے اوپر کوئی شے اور نہ کوئی مقام جسے حقیقت کے عنوان سے جان سکے یا حق کو اس سے اوپر تصور کرے۔ حیرت و حجل پورے طور پر موجود ہیں۔ اور اس دید سے کچھ فرق نہیں پڑا۔ میں نہیں جانتا کہ کیا عرض کروں۔ سب تناقض و زتنا قضا ہے۔ بعالمہ گفتگو میں نہیں آسکنا اور حال بے شبہ متحقق اور موجود ہے۔ میں اللہ کے حضور میں استغفار کرتا ہوں اور قول، فعل، خیال اور نظر میں سے ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کو نا پسند ہے اس سے توبہ کرتا ہوں۔

نیز اس وقت یہ ہم معلوم ہوا ہے کہ قبل ازیں میں جو صفات کا فنا جانا تھا وہ درحقیقت صفات کا فنا نہیں بلکہ خصوصیات صفات اور مابہ الاقیا کی فنا تھی جو وحدت میں مندرج تھی اور خصوصیات زائل ہو جاتی ہیں۔ اب اصل صفات ایک دوسری میں خلط اور درج ہو کر ایک طرف ہو گئی ہیں۔ اب احدیت کے غلبہ نے کچھ بھی باقی نہیں چھوڑا۔ اور وہ تیز جو مرتبہ علم اجمالی یا تفصیلی میں حاصل تھی باقی نہیں رہی۔ اور نظر مکمل طور پر غار پر آ چکی ہے۔ اللہ کی ذات تھی اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا۔ اور وہ اب بھی ایسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔ اور اب علم حال کے مطابق ہو چکا ہے۔ پہلے اس مضمون کا صرف علم تھا، سال نہیں تھا، اب امید رکھتا ہوں کہ درستی یا غرابی پر متنبہ فرمائیں گے۔

دوسری بات یہ نظر آتی ہے کہ جس طرح مولانا قاسم علی کو مقام تکمیل میں حصہ ہے اسی طرح میان کے اور دوستوں کا حصہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

مکتوب نمبر (۱۲)

مقام فنا و بقا کے حصول اور ہر شے کے وجہ خاص کے ساتھ حصول اور سیر فی اللہ کی حقیقت اور تجلی ذاتی برقی وغیرہ کے بیان میں۔۔۔۔۔ یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

مکتوب غلام احمد درگاہ عالی میں عرض کرتا ہے کہ اپنی تقصیرات کیا عرض کرے جو اللہ نے چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا نہ ہوا۔ دلائل و دلائل و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ وہ علوم جو مقام فنا اور بقا باشد سے تعلق رکھتے تھے حق سبحانہ کی مہربانی سے منکشف ہو چکے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہر شے کی وجہ خاص کیا ہے۔ اور سیر فی اللہ کس معنی میں ہے۔ اور تجلی ذاتی برقی کسے کہتے ہیں۔ اور محمدی المشرق کون ہوتا ہے۔ اور اسی طرح کے اور علوم۔ اور ہر مقام میں اس کے لوازم و ضروریات بھی دکھاتے ہیں۔ اور کم ہی ایسی شے باقی رہی ہے جس کا اولیاء اللہ نے نشان قیلاں ہے اور جو انہیں راہ میں پیش آتی ہے مجھے نہ دکھائی گئی ہو جو مقبول ہوتا ہے بلا علت اور بلا سبب ہی مقبول ہوتا ہے۔ اور جس طرح ذوات اشیاء کو محمول و مخلوق جانتا ہے ان کی اصل قابلیت اور استعداد کو بھی مصنوع و مخلوق ہی جانتا ہے۔ خدا تعالیٰ قابلیت کے تابع نہیں۔ اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی شے اس پر حاکم ہو۔ زیادہ گستاخی نہ کی۔ ع

بندہ باید کہ مدخود داند

بندے کو چاہیے کہ اپنی مدد میں رہے

مکتوب نمبر (۱۳)

راہ عرفان کی بے نہایتی اور علوم حقیقت کے علوم شریعت کے مطابق ہونے کے بیان میں۔۔۔۔۔ یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

مکتوب غلام احمد عرض کرتا ہے اس راہ کی بے نہایتی پر آہ ہزار آہ۔ اس جلدی سے سیر اور اس مستدرجات اور عنایات! نہایت ہی حیرانی کی بات ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس کے تعلق

مشائخ عظام نے فرمایا ہے کہ سیرالی اشد پچاس ہزار سال کا راستہ ہے۔

تعرج الملیکۃ والروح الیہ فی یوم

چڑھنے میں ملکہ اور روح اس کی طرف ایسے

کان مقداره خمسين الف سنة

دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔

اس آیت میں شاید اسی طرف اشارہ ہے۔ جب کام نا امیدی کو پہنچا اور تمام امیدیں منقطع ہو گئیں تو:

هو الذی یُنزل الغیث من بعد ما

وہی ذات ہے جو ناامیدی کے بعد بارش برساتی

قنطوا ویفشرحمتہ

ہے اور اپنی رحمت بکھیر دیتی ہے۔

تو اس نے کام بنا دیا۔

چند روز ہوئے ہیں کہ اشیاء میں سیر واقع ہوئی ہے۔ رشد و ہدایت کے طالبوں نے پھر غلو اور زور و نیا شروع کر دیا ہے۔ لہذا قدر سے ان کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ لیکن اس وقت تک اپنے آپ کو رشد و تکمیل کے قابل نہیں پاتا۔ لیکن لوگوں کے اصرار کے باعث بقائضائے موت و حیا کچھ نہیں کہتا۔ مسئلہ توحید و جود میں جیسا کہ سابقاً متوقف و متروک تھا جیسا کہ مکرر عرض کیا جا چکا ہے اور افعال و صفات کو اصل سے ملاتا تھا۔ جب حقیقت حال معلوم ہو گئی وہ توقف اور تردید ختم ہو گیا ہے اور ہمدرد و دوست کا پلہ بھاری ہو چکا ہے۔ یافت اور کمال کو اس میں بہت پایا ہے۔ محفلہ احمد دوست اور افعال و صفات کو اور رنگ میں معلوم کیا ہے۔ ہر ایک ایک سے گزار کر آگے اوپر کی طرف لے گئے ہیں۔ اور ہر طرح کا شبہ بالکل زائل ہو گیا ہے۔ تمام مکاشفات ظاہر شریعت کے مطابق ہو چکے ہیں۔ بال برابر ظاہر شریعت سے مخالفت نہیں رکھتے۔ بعض صوفیہ جو خلاف ظاہر شریعت مکاشفے بیان کرتے ہیں یہ بات یا تو سہو و فراموشی کے باعث ہے یا سکر کی بنا پر۔ ورنہ باطن ظاہر کے ہرگز مخالفت نہیں۔ راستے کے دوران مخالفت محسوس ہوتی ہے اور جمع اور توحید کی ضرورت پڑتی ہے۔ حقیقتاً انتہاء کو پانے والا باطن کو ظاہر شریعت کے مطابق پاتا ہے۔

علماء اور ان بزرگواروں کے درمیان صرف اسی قدر فرق و تفاوت ہے کہ علماء دلیل اور علم سے جانتے ہیں اور یہ بزرگ اسی شے کو کشف و فہم سے پالیتے ہیں۔ اور ان کے صحت حال پر اس مطابقت سے بڑی اور کوئی دلیل نہیں ہو سکتی۔

یعنی صد ساری ولا ینطلق

میرا سینہ تنگ محسوس کرتا ہے، اور میری پان

لسانی

نہیں چلتی۔

نقد وقت ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کیا عرض کروں۔ بعض احوال کو لکھ کر رکھنے کی توفیق نہیں پاتا اور آپ کی خدمت میں عرض کرنے کی گنجائش بھی نہیں ہے۔ شاید اس میں کوئی حکمت ہو اس محرم جدا ماندہ کو غریب پروری کی توجہ سے محرم نہ رکھیں اور راہ میں ہی نہ پھینک دیں۔

اسی سخن راجوں تو مبسوط بودہ گزفروں گرد تو اشش افزودہ

اس بات کا محل آغا نہ آپ ہی بنے ہیں۔ لہذا یہ اگر دراز ہو جائے تو اس کے دراز کرنے والے آپ ہی میں زیادہ گستاخی نہ کی۔ ع

بندہ باید کہ حد خود داند

بندے کو چاہیے کہ اپنی حد کو پہچانے

مکتوب نمبر (۱۴)

ان واقعات کے حاصل ہونے میں جو دورانِ راہ پیش آئے ہیں اور بعض عیبوں کے حالات کے بیان میں — یہ مکتوب بھی اپنے مشدد برہنہ کو لکھا۔

مکترین غلام احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ وہ تجلیات جو مخلوقات کے مراتب میں ظاہر ہوئی تھیں ان کا کچھ حصہ گزشتہ عرضداشت میں عرض کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد مرتبہ وجوب جو تمام صفات کا جامع ہے ظاہر ہوا اور بد صورت سیاہ رنگ عورت کی شکل میں سامنے آیا۔ اس کے بعد مرتبہ احدیت دراز قدم کی شکل میں نمودار ہوا جو کشادہ اور چھوٹی دیوار پر کھڑا ہو۔ اور یہ دونوں تجلیات تنہائیت کے عنوان میں ظاہر ہوئیں بخلاف پہلی تجلیات کے کہ وہ دوسرے عنوان میں ظاہر ہوئیں۔

اسی اثنا میں موت کی آرزو پیدا ہوئی اور یوں نظر میں آیا کہ گویا میں ایک شخص ہوں جو تمام زمین کا احاطہ کیے ہوئے دریا کے کنارے کھڑا ہے اس ارادے سے کہ اپنے آپ کو اس میں پھینک دے۔ لیکن ایسا بھی محسوس کیا کہ اسے پیچھے سے مضبوطی سے باندھا ہوا ہے کہ دریا میں گر نہیں سکتا۔ اور وہ رسیاں بدن مضمری کے ساتھ تعلق سے جارت ہے۔ اور میں نے آرزو کی کہ رسیاں ٹوٹ جائیں اور ایک خاص کیفیت بھی رونما ہوئی کہ اس وقت ذوق کے طور پر جانا کہ سوائے حق سبحانہ کے کوئی حاجت نہیں رہی۔ اس کے بعد صفات کلیدہ وجوہ جو اپنے جائے نزول اور مظاہر خصوصیات کے اعتبار سے ظاہر تھیں نظر پڑیں۔